بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین
(جوش)

ہرگز نمیرد آنکس کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

معرکہ کربلا

کی

بین الاقوامی سیاسی و مذہبی حیثیت

معہ

نذرانہ سلام و نوحہ جات

مؤلف و مصنف

خاکپائے اہلِ بیت (نائب صوبیدار) شیخ خدا بخش عفی عنہ

تلمیذ حضرت علامہ کفایت حسین قبلہ مرحوم نور اللہ مرقدہ

ناشران

محمد علی اینڈ برادر، راولپنڈی

ملنے کا پتہ: P/1007H محلہ انگد پورہ راولپنڈی شہر

ہدیہ [illegible] روپے

انتساب

اے صبا اے پیک دور افتادگاں
اشک ما بر خاک پاک او رساں

(اقبال)

امام عالیمقام کی خدمت میں ناچیز تحریر
(ھل من ناصر ینصرنا)

خدا بخش
خاکپائے اہلبیت

اعتذار

عرضِ مؤلف

عرصہ سے دلی خواہش تھی کہ امام عالیمقامؑ کے حضور ایسی تحریر سپردِ قلم کروں جس سے شہادتِ عظمیٰ کی بین الاقوامی حیثیت سے قارئین متعارف ہوں۔ یہ رسالہ کسی خاص فرقہ کی ترجمانی نہیں کرتا۔ بلکہ شہادت کے اُن گوشوں کو اجاگر کرتا ہے جو ذاتِ امامؑ میں ہر مذہب کے ماننے والے کے لئے اس زندگی کی تگ و دو میں ضروری ہیں۔ اور اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ احباب کے اصرار پر حسب استطاعت پہلی کوشش ہے۔ اللہ تعالےٰ سے مستدعی ہوں کہ وہ اِسے کامیاب فرمائے۔ بالخصوص جناب رضا حسین سبزواری اور غلام مصطفیٰ و الحاج غلام محمد صاحب۔ فضل حسین متولی امام باڑہ شہیدان کربلا۔ ملازم حسین صاحب ذاکر اور کئی دیگر احباب کا متشکر ہوں۔ جنہوں نے حقیر کو اس خدمت کے لئے باربار اصرار فرمایا اور ہمت بندھائی۔ آئندہ ایڈیشن میں مزید اضافہ کی توقع ہے۔ کاغذ کی نایابی طباعت کی گرانی بشرطیکہ دور ہوگئی۔ اور عمر نے وفا کی۔ حالات کی موافقت اور صحت بحال رہی۔ اور اس عنوان کو پبلک نے پسند فرمایا۔ وما توفیقی الّا باللہ العلی العظیم

خدا بخش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و آلہ الطیبین الطاہرین

معرکہ کربلا کی بین الاقوامی حیثیت

قارئین کرام۔ دنیا میں کئی مذاہب موجود ہیں۔ اور ہر مذہب اپنے اپنے عبادت کے اصولوں کے مطابق اپنے خدا یا خداؤں کی پرستش کرتا ہے مگر عبادت کے علاوہ تمام مذاہب میں ضابطۂ اخلاق کے اعتبار سے بہت سے اصول مشترک ہیں۔ جن کا تعلق لین دین۔ کاروبار۔ ماں باپ۔ ہمسایہ۔ اقربا اہل تجارت کے ساتھ ہے۔ اور وہ مشترک اصول مندرجہ ذیل ہیں۔ جن کو بغیر اختلافات مذہبی اپنایا گیا ہے۔ مثلاً۔ سچ بولنا۔ عدل کرنا۔ وعدہ کی ایفا۔ مصیبت میں صبر کرنا۔ ظلم کا مقابلہ کرنا۔ اقرباء و ہمسایوں سے حسن سلوک۔ ماں باپ کی عزت اپنے بزرگوں کی عزت کرنا۔ سچائی کا ساتھ دینا۔ صبر کرنا۔ توکل کرنا وغیرہ۔ اور ان اصولوں کی جو ضد ہیں وہ تمام مذاہب کے نزدیک بُری تسلیم کی گئی ہیں۔

معرکۂ کربلا سے ہمیں ضابطہ اخلاق کے اُن مندرجہ بالا اچھے اصولوں کا مکمل نمونہ آئیڈیل ذات امام حسین علیہ السلام ہی نظر آتے ہیں۔ آپ کی شہادت ان تمام انسانی اصولوں کے قیام کی آئینہ دار ہے اور مشعل راہ ہے۔

امام عالیمقام نے اِن انسانی قدروں کو اپنی پیدائش سے لے کر اپنی شہادت تک

جس طرح دنیا کے سامنے اپنی سیرت طیبہ کے ذریعہ پیش کیا کہ وہ تاریخ اسلام کے اوراق میں بکھری پڑی ہے۔ اس سیرت طیبہ سے زندگی کا ہر گوشہ نمایاں ہو جاتا ہے۔

آپ کا عہد طفولیت عہد خاتم الانبیاء میں بسر ہوا۔ جوانی عہد مرتضوی میں گذری اور جہاد زمانہ مرتضوی میں گذرا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا شرف امام حسین کو بھی حاصل ہے اور نواسہ ہونے کا شرف بھی۔ اُن لوگوں کی نسبت جو سن کہول میں مسلمان ہوئے امام عالی مقام کو بلا فصل قربت رسول اللہ سے حاصل تھی۔ یا حسنین کے والد ماجد جناب مولیٰ مشکلکشاء کو حاصل تھی۔ کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ مسائل دینی جو بچہ ذہن نشین کرسکتا ہے۔ اُن کو بڑی عمر کے انسان اتنی پختگی سے نہ سمجھ سکتا ہے اور نہ یاد رکھ سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام عمل امام عالیمقام کے سامنے تھا۔ آنحضرت کی نماز اور بحالت نماز امام حسین کی ناز برداری اس امر کی دلیل ہے کہ امام عالیمقام کا مقام دین میں کتنا اعلیٰ وارفع ہے۔ اور ان کی زندگی آنحضرت کی زندگی سے کتنی مماثل ہے۔ اسلام میں دین اور دنیا دونوں شامل ہیں۔ جو اخلاقی اور انسانی قدروں کو آنحضرت کی نبوت نے معراج کمال تک پہنچایا۔ اور صداقت، صبر، تشکر، مروت استقلال، معاملاتِ دُنیا میں لین دین، دنیوی معاملات میں اصلاحات کیں، انسانی حقوق، حقوق نسواں، حقوق ہمسایہ، حقوق اقرباء، حقوق غرباء و مساکین، حقوق یتما و اسیران حقوق والدین۔

حکمت یعنی فلسفہ کی دو قسمیں ہیں۔ حکمت نظری جو فلاسفر یونان نے پیش کی، جو محض غلط اور چند صحیح ہیں۔ اس حکمت کی تعریف یہ ہے کہ کائنات عالم کے حالات کو بقدر طاقتِ انسانی جاننا۔ اور دوسری قسم حکمت علمی ہے۔ حکمت علمی کی تکمیل

شرع محمدی کرتی ہے۔ جس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد ضابطہ اخلاق سب پوری طرح واضح ہیں۔ سیاست و مدن، تہذیب اخلاق، تدبیر منزل کے تمام اصول موجود ہیں۔ جو رسول اکرم کی اپنی سیرت طیبہ میں عملاً و قولاً پائی جاتی ہیں۔ اور امام عالیمقام کی ذات ذاتِ رسول کی آئینہ دار ہے۔ لہٰذا امام عالیمقام کے بارے میں شاہ عبدالعزیز دہلوی نے امامین شریفین کے بارے میں درست ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں سیرت اور صورت میں رسول اللہ کے متبل تھے۔ "سرالشہادتین"

اسلام نے زمانہ جاہلیت کی رسوم کو ختم کیا۔ قبائلی اور سرداری نظام کا خاتمہ کیا۔ ابو سفیان، ابو جہل، ابولہب کے غرور کو پاش پاش کیا۔ جس سرداری نظام میں صرف سرداروں کے اشاروں پر سالہا سال معمولی اختلافات پر جنگیں جاری رہتی تھیں انسانیت کا وقار پست ہو چکا تھا۔ نسوانیت گھر سے غار میں گرادی گئی تھی۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ غلامی پر تشدد روا رکھا گیا۔ جانوروں سے بدتر سلوک کیا جاتا۔ بعثت کے بعد کے وقت نے انسانیت کا دھارا بدل دیا۔ غلام آقاؤں کے ساتھ ایک ساتھ بیٹھ کر شریکِ طعام ہوئے۔ اخوت اور مساوات کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ حضرت محمد مصطفیٰ نے علی علیہ السلام کو اپنا بھائی بنایا۔ اس طرح انسانیت کی پائمال شدہ قدریں پھر سے بحال ہو گئیں۔

اس تمام بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ امام عالیمقام نے یہ تمام واقعات اپنی نظروں سے دیکھے اور اُن پر قطعی عمل کیا۔ کیونکہ ان کو اہل بیت کا ایک فردِ صحابہ بننے کا شرف اور نواسہ رسول جگر گوشہ بتول اور پسر ابن عم مصطفیٰ یعنی علی مرتضیٰ شرف بھی حاصل تھا۔

کربلا کا معرکہ ۶۱ھ میں پیش آیا۔ دنیا میں تخلیق حضرت آدم علیہ السلام کے بعد آج تک دنیا کئی ہولناک جنگوں سے گذر چکی۔ ابراہیم اور نمرود کی جنگ۔ موسیٰ و فرعون کی جنگ اور دیگر عہد انبیاء کی جنگیں حق و باطل کی جنگیں تھیں۔ مگر اور جنگیں

سیاسی نوعیت کی تھیں، جن کا مقصد توسیع سلطنت، ہوس ملک گیری، حق تلفی ۔
قبائلی دشمنی، دنیاوی معاملات میں تفرق یورپ کی صلیبی جنگیں، فرانس و روس کی
جنگ، نپولین بونا پارٹ کا کردار، جرمن کی ۱۹۱۴ کی جنگ، سلطان محمود کی جنگ
اور ہندوستان پہ بارہ حملے، ہلاکو خان کا بغداد پر حملہ، ۱۹۳۹-۴۵ء کی دوسری عالمگیر
جنگ اور ہیروشیما پہ امریکہ کا ایٹم بم گرانا۔ لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانوں کی موت۔ اور
ایٹمی توانائی کے اثرات سے متاثر ہونا، ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ ۱۹۷۰ء
کی پاک بھارت جنگ یہ تمام جنگیں دنوں نہیں بلکہ سالوں جاری رہی۔ نوآبادیاتی
نظام اور غلام ممالک کی جنگیں کوریا کی جنگ، شمالی و جنوبی ویٹ نام کی جنگ
اور امریکہ کا ہوائی جہازوں بمباروں سے راکٹوں سے معصوم بچوں، شہریوں کو
تباہ و برباد کرنا ہمارے سامنے ہیں، مگر معرکۂ کربلا کی سب سے مختصر جنگ جو
صبح کو بروز عاشور شروع ہوئی اور بعد نماز عصر ختم ہو گئی اپنی نوعیت سے تمام
مندرجہ بالا جنگوں سے بالکل مختلف ہے۔ اس کا جواب آپ خود دے سکتے
ہیں۔ کیونکہ آپ کو از خود معلوم ہے کہ یہ جنگ کسی اعلیٰ مقصد کے لئے لڑی گئی تھی
اور وہ مقصد اسلام کو بچانے کا تھا۔ اُس مشن کو محفوظ رکھنا تھا جو خاتم المرسلین
بحکم خدا لائے تھے۔ اور انسانی قدروں کو بحال کرنا اور استحکام بخشنا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ کسی اور جنگ کی یادگار اس تزک و احتشام اور احترام سے
نہیں منائی جاتی جتنی معرکۂ کربلا کی منائی جاتی ہے۔ اور ہر مذہب کا پیرو اس یادگار
کو منانے میں شریک اور پیش پیش ہیں۔ غیر منقسم ہندوستان کے دکن، بنگال، دہلی
گوالیار کے راجہ، پٹیالہ، لکھنؤ، بریلی، پنجاب، سرحد، قبائلی علاقوں میں بلتستان گلگت
سندھ، بلوچستان جشن حسین کر رہا ہے۔

موجودہ صورت حال برصغیر کے وجود میں آنے کے بعد تمام فرق اسلامی کی

مساجد میں ذکر امام حسینؑ اپنی اپنی عقیدت کے مطابق کیا جانے لگا ہے ۔ اور شخصیت امام عالیمقامؑ سے تمام مذاہب جو غیر اسلامی ہیں ۔ ان کو بھی فضائل حسینؑ سے اتنی ہی والہانہ عقیدت ہو چکی ہے کہ جتنی شیعان علیؑ کو ۔ مستشرقین اور مغربین نے شخصیت امام کو ایک مثالی شخصیت قرار دیا ہے ۔ انگریز مورخین میں سے گبن اور دیگر تاریخ دانوں اور سیاست دانوں سے مہاتما گاندھی، پنڈت جواہر لعل نہرو، سروجنی نائیڈو، مولنا ابوالکلام آزاد ۔ مولانا ظفر علی خان اور مولنا محمد علی جوہر نے اس سلسلہ میں نظم و نثر میں اظہار خیال کیا ہے ۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد (محمد علی جوہر)

علامہ اقبال نے تو امام عالیمقام کے کربلا کے معرکہ کو اُن عقیدت کی نظروں سے دیکھا ہے ۔

نقش الا اللہ بر صحرا نوشت

سطر عنوان نجات ما نوشت

(اقبال)

اے خاک کربلا تو اس احسان کو نہ بھول

تڑپی ہے تجھ پہ لاش جگر گوشۂ بتولؑ

اسلام کے لہو سے تری پیاس بجھ گئی

سیراب کر گیا تجھے خون رگ رسولؐ (ظفر علیخان)

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو ۔ ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین (جوش)

معرکۂ کربلا کے وقوع سے قبل معرکۂ بدر۔ معرکۂ اُحد۔ معرکۂ حنین۔ معرکۂ خیبر۔ معرکۂ خندق (واحزاب) رسول اللہؐ کے وقت محض دفاعی طور پر لڑی گئیں۔ اور ان کا مقصد بھی یہی تھا جو معرکۂ کربلا کا تھا۔ مگر معرکۂ کربلا کی حیثیت ان تمام معرکوں سے اس لئے ممتاز ہے کہ اُن جنگوں میں بوڑھوں۔ عورتوں۔ ناتوانوں کو مستثنیٰ کیا گیا تھا۔ جیسا کہ قرآن میں موجود ہے۔ اور ان لوگوں کو رسولِ خدا نے اُن سے یہ تکلیف بحکم خدا معاف کر دی تھی۔ مگر معرکۂ کربلا میں ضعیف۔ نوجوان۔ جوان۔ بچے۔ عورتیں بیمار سب شامل تھے اور تمام کی تعداد ۷۲ کس کہی جاتی ہے۔ ان میں بنو ہاشم بھی تھے۔ امام عالیمقام کے اصحاب بھی شامل تھے اور وہ لوگ بھی شامل تھے جو امام حسین علیہ السلام کو گھیر کر کربلا کے میدان میں لائے تھے۔ مثلاً حُر بن یزید ریاحی اس کا غلام بیوی بچے۔ یہ لوگ نہایت تنظیم کے ساتھ باوجود جذبۂ شہادت کے جوش مارنے کے اذنِ امام کے منتظر تھے۔ اور باری باری اسلامی اور انسانی تنظیم کا مظاہرہ کر کے واصل بحق ہوئے اور پروانہ وار جامِ شہادت نوش کیا۔

ہر دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا دینِ اسلام کو یزیدیت کی آندھی سے بچانے کا فریضہ صرف امام عالیمقام کے حصّہ میں آیا ہے۔ یا اس کارِ خیر میں رسول اللہ کے دیگر اصحاب رضوان اللہ علیہم جو زمانہ امیر معاویہ اور یزید میں بقیدِ حیات تھے حصّہ لینے کا بھی جذبہ موجود تھا۔ اور اگر جذبہ موجود تھا تو انہوں نے اس جذبہ کو بروئے کار لا کر اس آندھی کو روکنے کی کون سی تدابیر اختیار کیں؟

معرکۂ کربلا کے بارے میں یہی سوال ایک غیر مسلم کو بھی کرنے کا حق حاصل ہے۔ اسلام میں نہ کوئی نو آبادیاتی نظام رائج ہے اور نہ ہی کبھی ایسا ہوا۔ حتیٰ کہ حضرت علی مرتضیٰ کا زمانہ خلافت آپہنچا اور لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام سے بازار ہی میں بیعت لینے کا اصرار کیا۔ مگر آپ نے اُن لوگوں کو کہا کہ اسے جمہوری

طور پر مسجد میں جا کر حل کیا جائے گا۔ حضرت علی علیہ السلام سے قبل زبردستی بیعت حاصل کرنے کا کوئی طریقہ رائج نہ تھا۔ کیونکہ اس طریقہ کو بعد رسول کسی خلیفہ نے نہ اپنایا۔ مگر امیر معاویہ نے اپنی زندگی میں یزید کے لیئے زبردستی، دھمکی سے، فرامین اور تقاریر کے ذریعہ بیعت لینے کا نیا طریقہ ایجاد کیا۔ یہ تواریخی شواہد ہیں اور حقائق ہیں جن سے نہ تو انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ ان کو موجودہ زمانے میں دہشت گردی قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ سوال اپنے مقام پر ناقابلِ تردید ہے۔

ان تمام مکاتیبِ فکر رکھنے والوں کو دعوتِ فکر ہے کہ بین الاقوامی سطح پر سوچیں کہ نہ حضرت محمد مصطفیٰ نے اپنے آپ کو بادشاہ کہا اور نہ اُن کے خلفاء نے امریت کا اعلان کیا بلکہ خلفاء رضوان اللہ علیہم نے ہر مشکل میں خلیفہ بلافصل حضرت علی کی طرف رجوع فرمایا۔

اس بدلتی ہوئی صورت حال نے امام عالیمقام کو وہ جذبہ عطا کیا کہ اُنہوں نے دیگر مکاتیب فکر سے علیحدہ ایک ایسی راہ اختیار کرنے کے لیئے اور اسلام کی قدروں کو پائمال ہونے سے بچانے کے لیئے اس نئی بدعت کے خلاف اپنی جان عزیز و اقرباء، انصار اور اپنے اصحاب کی بھی جان کی پرواہ نہ کی اور باطل کی آندھی کے سامنے کربلا کے لق و دق صحرا میں سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے۔

سب کو معلوم ہے کہ آمریت اپنے ہوسِ اقتدار جوع الارض کے لیئے کسی کے تقدس، مذہبی عظمت، نسلی تفوق کو خاطر میں نہیں لاتی۔ اور نہ ہی انسانی قدروں کی پرواہ کرتی ہے۔ خواہ خدا ہی کیوں نہ ہو۔ رسول ہی کیوں نہ ہو۔ خلیفۃ الرسول ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ معرکۂ کربلا میں صرف اور صرف اس لیئے بوڑھوں، ضعیفوں ناتوانوں کا خونِ ناحق بہایا گیا کہ وہ انسانیت کے محافظ اور انسانیت کے طرفدار تھے۔

کسی مذہب میں حق تلفی، جھوٹ، دغا، فریب، ظلم، استبداد، استحصال حقوقِ انسانیت جائز نہیں۔ مگر معرکۂ کربلا میں فریق مخالف نے اس کو محض تخت نشینی، اسلام کی بیخ کنی اور

ارکانِ اسلام کی بے حرمتی   الارض کی خاطر روا رکھی۔

اس لئے معرکہ کربلا میں حسین علیہ السلام نے ان تمام مظالم بندش آب۔ حقوق انسانی۔ برچھی و نیزہ کے پھل۔ خنجر اور گرز کے وار اپنی ذات اپنے اقرباء اور انصار کے لئے قبول کر لئے۔ تاکہ انسانیت کا وقار بلند کریں۔ اور انسانی قدروں کو پائمال نہ ہونے دیں اس لئے حضرت جوش ملیح آبادی نے درست کہا ہے کہ

ے انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین

معرکہ کربلا کا محرک یزید تھا۔ بیعت لینے کا اصرار محض اس لئے تھا کہ وہ زمانہ جاہلیت جس کو اسلام نے "یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون" نور میں بدل دیا تھا۔ دوبارہ تاریکی میں لے جائے صرف امام حسین علیہ السلام کی ذات کو نشانہ بنانا چاہا۔ اور عبد اللہؓ ابن عمر وغیرہ (دو اور اصحاب رسول) کے بارے میں اُسے یقین تھا کہ وہ اس کی بیعت کریں گے۔ صرف امام حسین علیہ السلام کو نعمان بن بشیر اور اس کے بعد عبید اللہ بن زیاد حاکم عامل بنایا۔ نعمان بن بشیر اس غیر اسلامی خلافت کی جسارت نہ کر سکا۔ اُسے معزول کر کے عبید اللہ ابن زیاد کو گورنر بنا کر ارسال کیا۔

امام علیہ السلام پوری صورت حال سے آگاہ تھے۔ مدینہ سے چلتے وقت آپکو محمد حنیفہ ابن علیؑ اور حضرت عبد اللہ ابن عباس نے روکنے کی کوشش کی مگر ارادہ امام اس موقعہ سے فائدہ اُٹھانا خلاف انسانیت اور منافی اسلام قرار دیتے۔ نہ امام عالیمقام کو راکب دوش رسولؐ ہونے کا نہ نہ ہی یاد تھا۔ نہ یاد جنت کا ... لئے کپڑے لانا میوہ ہائے جنت کھانا یاد تھا۔ دوسری طرف ... حق پرستی۔ تمام اخلاقیات کا یزید کے اخلاق سے متاثر ہونا ... انسانی

قدروں کی پائمالی رسولؐ کی گود کا پلا ہوا حسینؑ کیونکر برداشت کر سکتا تھا۔
جب انسان حق پرست۔ حق گو۔ راست باز اور حقوق العباد کا پورا محافظ ہو تو اس پر یہ امر واجب ہے کہ وہ ظالم حاکم کو زبان سے ہاتھ سے طاقت سے تقریر سے۔ تحریر سے باز رکھے۔

امام علیہ السلام نے جو مذاکرات نعمان بن بشیر سے کئے۔ اور جو خط یزید کی جانب سے اس کی جانب امام عالیمقام کے بارے میں آئے۔ ان تمام سے عیاں تھا کہ یزید ابن معاویہ نہ صرف امام حسین علیہ السلام کا بظاہر دشمن ہے۔ بلکہ در پردہ وہ اُس فرسودہ نظام کو جزیرہ نما عرب میں رائج کرنا چاہتا ہے۔ جسے قبائلی یا سرداری نظام کہا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ملوکیت کہتے ہیں۔ علامہ ابوالاعلیٰ مودودی نے خلافت اور ملوکیت کتاب میں کھل کر اعتراف کیا ہے کہ معاویہ اور یزید نے ہی اسلام میں ملوکیت کی ابتدا کی۔ اس اعتبار سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ معرکۂ کربلا بظاہر بادشاہت کی جنگ کہی جاتی ہے۔ لیکن دور بین نگاہیں بخوبی جان چکی ہیں کہ اس جنگ کا بنیادی مقصد اسلامی انقلاب کے بعد اس کا ردِ عمل (کفر) واپس لانا ہے جو انسانی حقوق کو پھر اسی طریقہ پر نافذ کر دے جس طرح سے عرب لڑکیوں کو ریگستانوں میں زندہ دفن کر دیتے تھے۔ غلط ہے کہ یہ شہروں کی جنگ تھی بلکہ ابراہیم و نمرود موسیٰ و فرعون کی جنگ تھی معرکۂ کربلا کے بارے میں اگر آپ مجھ سے اختلاف ہی کریں۔ مگر تاریخی حقائق سے انکار گویا سورج کی روشنی سے عمداً انکار ہے۔ تاریخ طبری اور دیگر کتب تواریخ میں اس حقیقت کی تصدیق ہوتی ہے۔ اسلام میں جن لوگوں نے جابر حاکم کی اطاعت کو لازم یا ضروری قرار دیا ہے۔ اُنہوں نے اس عقیدہ کی بنیاد یا تو اُن عالموں کی جھوٹی اور موضوع احادیث پر رکھی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں کوئی ایسی آیت نہ ملے گی۔ جو ظالم حاکم کی اطاعت کا حکم دیتی ہو۔ قرآن پاک میں خدا نے اپنے آپ کو عادل

فرمایا ہے۔ تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ ظالموں کی اطاعت کو امت پر لازم قرار دے

قرآن نے انسانی حقوق کا جا بجا ذکر فرمایا ہے۔ اور یہی معجزہ قرآن ہے

اور یہ بھی حکم موجود ہے" ولا یقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین"

ظلم کی تعریف یہ ہے" وضع الشئ فی غیر محلہ" امام عالیمقام نے یہ پسند

نہ فرمایا کہ ظالم کے ساتھ بیٹھیں، چہ جائیکہ اس کی بیعت کریں خواہ وہ مسلمان ہو

اہیر ہو۔ لامذہب ہو۔ لادین ہو۔

وہ لوگ جو یزید کو خلیفہ مانتے ہیں۔ اُن کو یزید کے اُن کارناموں کو بھی پیش نظر

رکھنا چاہیئے کہ خانہ کعبہ میں کس صحابی کو قتل کیا۔ سولی دیا۔ اور خانہ کعبہ کی اس حد تک بے حرمتی

کی کہ اس کی دیواریں منجنیق سے گرا دی گئیں اور وہاں گدھے اور گھوڑے باندھے گئے۔

ابرہا حاکم یمن نے جب خانہ کعبہ کو برباد کرنے کے لئے ہاتھیوں کے ذریعہ تباہ و

برباد کرنے کے لئے زمانہ حضرت عبدالمطلب میں حملہ کیا تھا تو اللہ تعالےٰ نے طیراً ابابیل

کے ذریعہ اُس کے ہاتھیوں کو تہس نہس کر دیا۔ یزید نے بھی ابرہہ جیسا کام کیا۔

امام عالیمقام جس ذمہ داری کے مقام پر پہنچ چکے تھے۔ اب ان کے لئے ضروری

ہو گیا تھا کہ وہ مدینہ کو چھوڑ دیں۔ روضہ رسول سے الوداعی سلام کیا اور قبر سے لپٹ کر

روئے۔ اور اُس فرض کے لئے مع اہل وعیال کمر بستہ ہو گئے کہ جس فرض کی ادائیگی

کا ذمہ اُن پہ رسول خدا نے ڈالا تھا۔ مدینہ سے مکہ آئے۔ حج کو عمرہ سے بدل دیا

کیونکہ اُن کے سامنے اس حرم محترم کی حرمت قیامت تک باقی رکھنے کی ذمہ داری عائد

ہو چکی تھی۔ سنت نانا کے مشن قائم رکھنے کے موقعہ کو اگر کھو دیتے تو پھر اسلام نہ ہوتا۔ یزید کا دین ہوتا۔

امام عالیمقام وہ فدیہ عظیم تھے جس فدیہ عظیم کا وعدہ اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم

سے فرمایا تھا۔ "وفدیناہ بذبح عظیم وترکنا علیہ فی الآخرین"

اور اس فدیہ عظیم کو مدینہ اور مکہ میں اقامت اختیار کرنا گویا وعدہ خداوندی

فراموش کرنا ٹالنا کوتاہی کرنا شمار ہوتا ہے۔

فدیہ عظیم اپنی عظمت وجلالت اور ارتفاع منزلت کا کامل احساس رکھتا تھا۔ اُس خواب کو پورا کرنا تھا کہ جس خواب سے قبل اللہ تعالےٰ نے آخری نبی کی بعثت کا وعدہ فرمایا تھا۔

اس بات کو شاہ عبدالعزیز دہلوی نے سر شہادتین میں اس رنگ میں بیان کیا ہے کہ چونکہ ختمی المرتبت کو ظاہری شہادت نصیب نہیں ہوئی۔ بلکہ حسنین کی شہادت سے نبی آخرالزمان کو شہادت کا مرتبہ ملا ہے۔ ختم نبوت۔ امامت۔ شہادت

گویا حسین علیہ السلام نے معرکۂ کربلا میں فدیۂ عظیم ہونے کا خدائی وعدہ کی تکمیل کرنی تھی۔ اور شہادت ختمی مرتبت کا مرتبہ بھی حاصل کرنا تھا۔ اور ملت ابراہیمی اور دین محمدی کی تکمیل آپ کی شہادت سے ہوگئی۔ مزید حضرت اسمٰعیل بھی بنے اور نبوت ورسالت کے لئے مقام شہادت حاصل کرکے یزیدیت کے بت کو اُسی طرح ٹکڑے ٹکڑے کردیا جس طرح حضرت ابراہیم نے معبدِ نمرود کے کلہاڑے سے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے تھے۔ اور ختمی مرتبت نے خانہ کعبہ کے بتوں کے ٹکڑے خود بھی کئے اور اپنے وصی اور ولی اور سلطانًا نصیرا سے بڑے بت کے ٹکڑے اپنے شانے پر چڑھا کر کروائے تھے۔

اس آئینہ میں معرکۂ کربلا کی صحیح شکل وصورت نظر آجاتی ہے۔

علامہ اقبال نے فرمایا ہے۔

غریب وسادہ ورنگیں ہے داستانِ حرم ؎
نہایت اس کی حسینؑ ابتدا ہے اسمٰعیلؑ (اقبال)

اس داستان حرم میں تمام انسانیت کی رنگینیاں موجود ہیں۔ جن کو خون حسین نے اجاگر کیا۔ غریب اسلئے کہ اس داستان کی کوئی مثیل داستان دکسی، قوم خطہ ارض۔ برصغیر مشرقی ومغربی ممالک میں نہیں ملتی

باب دوئم

کیا معرکۂ کربلا مشیت ایزدی کے ماتحت تھا؟

قارئین کرام باب اوّل میں بڑی احتیاط اور اختصار سے کام لیا گیا تاکہ گراں خاطر نہ گزرے۔ باب دوئم میں بھی اختصار اور اجمال سے کام لیا جائے گا۔ کیونکہ مجھے معرکۂ کربلا کے تمام دلگداز واقعات تفصیلاً بیان کرنا مقصود نہیں۔ ہزاروں کتب شہادت مختلف علماء نے اس عنوان سے کئی صد سال قبل تحریر کردی ہیں۔ اور میں بے بضاعت انسان ہوں۔

بعض مورخین نے معرکۂ کربلا کے بارے میں اس واقعہ کو مشیت ایزدی قرار دے کر جان بوجھ کر اس واقعہ کے بارے میں ظالم اور مظلوم کو ایک ہی سطح پر لاکھڑا کر دیا۔ اور اس معاملہ کو اس طرح ٹال کر ہلکا بنانے کی کوشش کی ہے کہ یزید کے ظلم و ستم اور بربریت پر پردہ ڈالا جائے۔ تاکہ لوگ اسی خیال خام کو اپنا لیں اور یزید کے مظالم چھپے رہیں۔ اور واقعہ حائلہ کی اہمیت کم ہو جائے۔

اگر صرف مشیت ایزدی کی نذر معرکۂ کربلا کر دیا جائے تو پھر سزا و جزا کا وہ وعدہ جو اللہ تعالےٰ نے ظالم اور مظلوم سے اپنے کلام میں کر رکھا ہے وہ مہمل ہو کر رہ جاتا ہے اور اللہ تعالےٰ چونکہ عادل ہے اور انسان مکلّف ہے لہٰذا مکلّف کو اپنے اعمال کی سزا بصورت دوزخ بھگتنے اور جزا بصورت دخول جنت حاصل کرنی ہے یزید کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ امام عالیمقام کی شہادت "اِن الحُکمُ اِلّا للہ"

کے تحت ہوئی اور یہی عقیدہ خوارج کا ہے۔ انسان کو اللہ تعالٰے نے قرآن میں
نفسٍ وَّمَا سَوّٰهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا" دونوں راستے بتا دیئے ہیں۔ انسان
کو دونوں راستے فجور اور تقویٰ کے الہام کر دیئے ہیں

یزید نے بھی امام زین العابدین علیہ السلام کو یہی الفاظ کہے تھے کہ تیرے باپ
کو خدا نے قتل کیا ہے۔

دنیا میں ہر قاتل پھانسی پر لٹکایا جاتا ہے۔ کوئی مذہب اس دلیل کو وقعت
نہیں دیتا کہ مرنے والا مشیت ایزدی سے مر گیا اور قاتل بے گناہ ہے۔

یزید اور خوارج کے افعال و اعمال سے ظاہر ہوتا ہے کہ قتل حسین علیہ السلام
اُن کے نزدیک مشیتِ ایزدی تھا۔ اگر تمام مذاہب پر نظر ڈالی جائے تو کرنے
والا اور کروانے والا بین الاقوامی قانون کے ماتحت ایک ہی جرم کے مرتکب
اور دونوں کی سزا یکساں ہوگی۔ اس سے نہ یزید بری ہو سکتا ہے نہ عمر سعد نہ شمر وغیرہم

کسی مذہب میں جنگ ختم ہو جانے پر دشمن فریق کے اہل و عیال کو غیر انسانی طریقہ
پر رسیوں سے باندھ کر بے پالان اونٹوں پر بٹھا کر کوسوں میل نہیں لے جایا گیا۔
اور نہ ہی اُن سیاسی قیدیوں پر پتھراؤ کیا گیا۔ اور نہ ہی ان کے بیمار مریضوں کو منوں
وزن کے طوق اور زنجیر پہنا کر پا پیادہ سفر کروایا گیا اور نہ کوڑے مارے گئے
بلکہ عورتوں کو ہتھکڑی لگانا اور بیمار کو مشقت سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔
امراء، شہزادوں اور معززین کو اے کلاس دی جاتی ہے۔ اور قیدی عورتوں کو
اُن کے بچوں سے جدا نہیں کیا جاتا۔ کیا یہ سب مشیت ایزدی تھی؟

مگر معرکۂ کربلا کے بعد یہ سب کچھ گھناؤنے جرائم امیر شام اور اس کے
فوجیوں نے امام عالیمقام کی مخدرات عصمت کے ساتھ روا رکھے۔ جو بین الاقوامی
حیثیت سے قابل مذمت اور موجب لعن ہیں۔ یہی وہ ردّ عمل تھا جو اسلام والوں

کے ساتھ اُن ظاہری اور بناوٹی مسلمانوں نے روا رکھا۔ اور انسانیت کی حدود کی کوئی پروا نہ کی۔

خوارج کی طرف سے کئی کتب یزید کی حمایت اور طرفداری میں لکھی گئیں جو ضبط ہو کر حکومت نے پھر آزاد کر دیں۔ لیکن یہ تمام یزید کے ماتھے سے اس کلنک کے ٹیکے کو قیامت تک نہ مٹا سکیں گے۔

امام عالیمقام نے نہ صرف انسانیت کے اقدار کے تحفظ کا قدم اُٹھایا۔ بلکہ اسلام میں نماز روزہ دیگر عبادات کو اس ستمندی سے میدان کربلا میں ادا کر کے مسلمانوں اور تمام ادیان عالم کو سبق دے گئے کہ حق حق ہوتا ہے۔ اور باطل آخر باطل۔ حسینؑ کا بحالت نماز صبر کرنا اور ادھر شمر کی بے صبری کہ حسین علیہ السلام کو آخری سجدہ بھی پورا نہ کرنے دیا اور بالقفی ذبح کر ڈالا۔

امام عالیمقام بآسانی بیعت یزید کا قضیہ مدینہ ہی میں ختم کر سکتے تھے۔ اگر وہ اہل مدینہ کے ساتھ ایسا کر لیتے تو یزید کی صحت خلافت کی تصدیق ہو جاتی اور مسلمان فسق و فجور کو یزید کی طرح معمولی سمجھنا شروع کر دیتے۔ یزید کا ہر ظلم انسانیت پر روا ہو جاتا۔ خدا کا خوف، رسول کی عظمت، نماز کی اہمیت، روزہ کی وقعت الغرض تمام عبادات کا جنازہ نکل جاتا۔ اور حقوق العباد کی غصبیت، بے راہ روی، والدین کے حقوق، غلاموں کے حقوق اور مساوات و اخوت کا کوئی نام لیوا ہی نہ رہتا۔ اور جہاں سے اسلام نے ظہور کیا تھا وہ مرکز تباہ و برباد ہو جاتا۔ لوگ بجائے کعبۃ اللہ کے شام و دمشق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔ اور اُن سے جبراً ایسا کرایا جاتا۔ یزید کی زندگی میں شامیوں کی طرف سے جو مکہ شریف کی حالت کی گئی اس کو مکمل تحریر کرنے کی قلم میں سکت نہیں ہے۔ اور نہ ہی قارئین اس تحریر کو پڑھنا برداشت کر سکیں گے۔

عوام الناس بالخصوص مذہبی اصطلاحات مشیت، ارادہ، امر، قدر، قضا، رضا معنی کے صحیح معنی بوجہ علمی تعلیم کے نقدان سے عاجز ہیں۔ اور ہر شخص پر لازم بھی نہیں کہ وہ فقیہ یا مجتہد ہو۔ اس لئے خوارج کی چال سے یزید کے ظلم کو مخفی رکھنے کے لئے مشیت ایزادی کی اصطلاح کو معرکۂ کربلا غیر موزوں طور پر استعمال کرکے شہادت امام عالیمقام کی وقعت کو کم کرنے کا طریقہ اختیار کیا۔

اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا کہ

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ط

"ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم کے لئے پیدا کیا ہے کہ ان کے قلوب تو ہیں مگر اُن سے وہ پہچانتے نہیں، ان کے کان ہیں مگر اُن سے سنتے نہیں، اُن کی آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں، وہ جانوروں کی طرح ہیں۔ بلکہ اُن سے بھی بدتر۔ الی الآخر" اسی لئے حسین نے بار بار نیا تعارف کروایا۔"

یزید و شمر، عبیداللہ بن زیاد اور جملہ قاتلان حسین کے قلوب جانتے تھے کہ امام عالیمقام رسول کے نواسے حقیقی ہیں۔ انہوں نے امام علیہ السلام ھل من ناصر ینصرنا کی آوازیں بھی سنیں۔ اور انہوں نے امامؑ کو دوش رسول پر سوار بھی دیکھا تھا۔ باوجود اس کے اُنہوں نے امام عالیمقام کو معرکۂ کربلا میں بے جرم و بے خطا شہید کر ڈالا۔ اور قتل عمد کے مرتکب ہوئے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ قاتلان حسین نے وہ جرم نہیں کیا، جو بین الاقوامی نکتہ نگاہ اور قانون کی رو سے قابل معافی ہے۔ کسی ملک کے قانون میں موت کی سزا موت کے سوا نہیں ہے۔ اسلام نے قرآن میں بتایا ہے کہ من قتل مومناً متعمداً فجزاءٗ جہنم خالدین فیہا۔

یزید نے بین الاقوامی جرم کیا۔ اور معرکہ کربلا کا بین الاقوامی مشہور ہونا اور تا قیام قیامت باقی رہنا بھی مقدر ہو گیا ہے۔ معرکہ کربلا کی سیاسی و مذہبی نوعیت بھی دی ہے۔ جو سراسر نا انصافی ہے۔ بلکہ اس کی نوعیت انسان کی انتہا ہی پستی اور زوال کی نشانی ہے کہ بالخصوص ایک مسلمان گروہ نے انسانیت کے کمال کی علمبردار شخصیت اور ان کے انصار و اصحاب کو حقوق انسانی سے محروم کر کے اپنے طور پر صفحۂ ہستی سے مٹا تو دیا مگر اس حق کی آواز کو دبا نہ سکے۔ ھل من ناصر ینصرنا کی آواز پر آج تمام مسلمان لبیک لبیک کی صدا بلند کر رہے ہیں۔ یزید نے چاہا تھا کہ کلمۂ شہادت سے محمدؐ رسول اللہ کے الفاظ محو کر دیئے جائیں۔ مگر جب دمشق کی مسجد سے اذان میں محمدؐ رسول اللہ کا کلمہ مؤذن نے بلند آواز سے ادا کیا۔ تو امام علی زین العابدین نے یزید امیر شام سے فخریہ لہجے میں پوچھا کہ کیا یہ تیرے جد کا نام ہے یا میرے جد کا نام ہے یزید اس وقت تخت پر براجمان تھا۔ طشت طلا میں سر امام پڑا ہوا تھا۔ اور یزید حضور کے دندانِ مبارک اور ریشِ مبارک پر چھڑی لگا رہا تھا۔ مگر اذان کے کلمات میں محمد رسول اللہ کے نام نے تختِ یزید کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ یہ حسین علیہ السلام کی ظلم کی انتہا پر پہلی فتح تھی۔ اور باوجود ظاہری شکست کے حسینؑ کا مشن کامیاب و کامران ہو گیا۔ اور یزید کے فوراً بعد معاویہ بن یزید نے یزیدی تخت اور سلطنت پر لات مار کر امام حسینؑ کی فتح و کامرانی کی تصدیق کر دی۔ یزیدی عمل انقلاب کا فوراً ردِ عمل وجود میں آ گیا یہ وہ تواریخی حقائق ہیں۔ جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

باب سوئم

حقوق انسانیّت

بین الاقوامی طور پر یونائیٹڈ نیشنز کے چارٹر میں حقوق انسانیت کے بارے میں جو اصول وضع کر کے تمام ممالک نے دستخط کئے ہیں اور حکومتوں نے اپنے ممالک میں رائج کرنے کی ابتدا کر رکھی ہے ۔ مگر کئی ممالک نے دستخط کر دینے پر عملی طور پر ان پر ابھی تک عملدر آمد نہیں کیا ۔ اور اگر کسی تنازعہ معاملہ میں انسانی حقوق کے طلبگار حکومت نے کوئی قرار داد پیش کی تو بڑے ممالک نے اسے ویٹو کر دیا ۔ اور باوجود چارٹر پہ دستخط کرنے کے عملدر آمد کو معرض وجود میں نہ لایا جانے کی غرض سے ووٹ دینے سے ہاتھ کھینچ لیا ۔ مگر اس سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ مسلّمہ حقوق انسانیّت نہیں ہیں

(۱) زندہ رہو ۔ زندہ رہنے دو ۔ زندہ رہنے کا حق انسانیت ہے ۔

(۲) دوسرے ممالک کے اندرونی معاملات میں دخل نہ دو ۔

(۳) پانی ، ہوا ، ایٹمی توانائی ، خوراک کے معاملہ میں خود کفیل ہو ۔ اور کمزور ممالک کی امداد اجناس یا نقدی کی صورت میں کرو ۔

(۴) باہمی تنازعات کو طاقت سے نہیں بلکہ مذاکرات سے حل کرو ۔

(۵) نو آبادیاتی نظام کو ختم کیا جائے اور ما تحت ممالک کو اپنی مرضی کی حکومت

بنانے دیا جائے۔ وہ خود اپنا صدر اور وزیر اعظم مقرر کریں۔ اور امور سلطنت باہمی مشاورت سے طے کریں۔

(ہ) اندرونی تنازعات کو ریفرنڈم کے ذریعہ حل کیا جائے اور لوگوں کی رائے لی جاوے۔ اور اسلام میں پہلے سے یہ تمام اصول اور قوانین موجود ہیں۔ مگر جہاں تک اسلام کی ہمہ گیری کا تعلق ہے عملی طور پر اس معاملہ میں بڑے بڑے بزرگوں نے بھی اس پر کوئی عملی مظاہرہ نہ کیا۔

اسلامی تعلیمات میں تو ہمسایہ کو بھی وراثت میں شریک کرنے کا احتمال پیدا ہو گیا تھا۔ بلا لحاظ مذہب و ملت آنحضرت صلعم نے یہودی، عیسائی، کفار کی عیادت اور تعزیت فرمائی۔ دشمنوں کو بعد فتح مکہ عام معافی کا اعلان فرمایا۔ ابوسفیان، قاتل جناب حمزہ وغیرہم سے کوئی انتقامی کارروائی نہ کی۔ کسی ذی کا پانی بند نہ کیا۔ ان کے معبدوں کی بے حرمتی نہ کی۔ کتب احادیث سیرت رسول کے ان فرمودات سے بھری پڑی ہیں کہ انسانی حقوق کو بحال رکھنے اور غلاموں کو آزاد کرنے اور ان سے حسنِ سلوک روا رکھنے ان کو آزاد کرنے کو کفارہ کی ادائیگی کی رو سے آزاد زندہ رہنے کا حق عطا کیا گیا۔ زنا کی حرمت شراب کی حرمت محض انسانی اخلاقی قدروں کو معراج کمال تک لے جانے کے لئے بحکم خدا قرآن پاک اور احادیث رسول میں تاکیدی طور پہ بیان ہیں۔ مگر بعد وفات رسول وہ کون لوگ تھے۔ جو اسلام میں زمانہ جاہلیت کا ردِّ عمل لانا چاہتے تھے؛ یہ ایک ایسا سوال ہے کہ جس کا جواب صرف یزید کی ذات ہی دے سکتی ہے۔ یا تواریخ اسلام میں بکھرے ہوئے وہ مظالم جو یزید نے اہل بیت رسول پہ روا رکھے۔ اس امر کو جھٹلا نہیں سکتے کہ یزید نے معرکہ کربلا بپا کر کے انسانیت اخلاق مذہب بین الاقوامی حقوق کا منہ چڑایا ہے

فاضل مصنف ہیں کا قول ہے کہ تم خود نہ کہو کہ تم کیا ہو۔ بلکہ یہ دیکھو کہ لوگ تمہیں کیا کہتے ہیں۔

آج دنیا میں امام حسینؑ موجود نہیں اور نہ ہی یزید موجود ہے۔ مگر یہ دیکھو کہ حسینؑ کو لوگ کیا کہتے ہیں اور یزید کو کیا کہتے ہیں۔ نہ اس کا وقار انسانیت میں موجود ہے اور نہ قیامت تک رہے گا۔

مگر امام حسین علیہ السلام کی ذات سے مسلم اور غیر مسلم دونوں کو جو والہانہ عقیدت ہو چکی ہے۔ اس بات کی دلیل ہے۔ حسین علیہ السلام کا معرکۂ کربلا، انسانیت کی اعلیٰ قدروں اور بین الاقوامی حقوق انسانیت کے تحفظ کا ایک عظیم المثال کارنامہ ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ زندہ دلش بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ (جوشؔ)

جہاں تک راولپنڈی شہر کا تعلق ہے۔ حسینؑ کی شخصیت کی معرفت قبل از تقسیم ہندوستان لوگوں اور بالخصوص مسلمانوں کو بہت کم تھی۔ اور یہاں کے مسلمان ماتمی جلوس کو جامعہ مسجد کے راستے گذر جانے کے روادار نہ تھے۔ لہٰذا یہ راستہ ابھی تک بعد قیام پاکستان اُسی سابقہ لائسنس کے مطابق چلا آرہا ہے۔ مگر اس جامعہ مسجد خدا کے گھر سے امام مظلوم کی شہادت کے بارے میں جب مجالس کو ذکر حسین سے مزین کیا جاتا ہے اور باقی تمام مساجد میں ذکر حسینؑ حسب عقیدت بھی کیا جاتا ہے۔ بالخصوص علمائے کرام مورگاہ کی جامعہ مسجد سے لے کر اسلام آباد کی مساجد تک ذکر امام کرتے ہیں

اور شہر میں کئی امام باڑے بھی دس دن علما و ذاکرین کے ذریعہ شہادت حسین علیہ السلام کے بین الاقوامی گوشے اجاگر کرتے ہیں اور مصائب بیان کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ذکر حسین پر جو پابندیاں عائد ہیں یا تھیں وہ امام عالیمقام کی بین الاقوامی شخصیت سے کماحقہ عدم معرفت کا نتیجہ تھیں اور اب اسلامی ملک میں یہ پابندیاں مذاق نظر آتی ہیں اور دوسرے معنوں میں نواسہ رسول کے اُن مذاکرات پر جو یزید کے شمر کے ساتھ کئے۔ اُن کی پردہ پوشی کی کوشش ہے۔ جس صرف زمانہ یزید میں ضرورت تھی۔ حسین کی شخصیت اور اُن کی شہادت جبکہ محض انسانیت کے اقدار کو بلند کرنے کی تھی۔ تو ان کا ذکر کیونکر اسلامی جذبات کو برانگیختہ کر سکتا ہے۔

ذکر شہادت میں رکاوٹ کرنے والے محض حکومت اسلامیہ پاکستان کو بدنام کرنے اور اپنی سیاسی سرگرمیوں اور اختلافات کی آڑ میں مسلمانوں کو انتشار و ہلاکت کی طرف لے جانے کا کردار ادا کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو ان شر پسند لوگوں کی ان اسلام دشمن چالوں سے ہر وقت چوکنا رہنا چاہیئے۔

حکومت پاکستان اس وقت تمام ملکی حالات سے پوری طرح آگاہ ہے کہ شیعہ حضرات بھی پاکستان کی نصف آبادی پر مشتمل ہیں اور ان کے حقوق کا تحفظ بھی اتنا ضروری ہے جتنا کہ باقی تمام مسلمانوں کا۔

پاکستان کے قیام کے بانی مبانی باوجود شیعہ مکتب فکر سے تعلق رکھنے کے اور علامہ اقبال باوجود علیحدہ مکتب فکر سے تعلق رکھنے کے کس طرح باہمی طور پر شیر و شکر رہے۔ مگر مولوی طبقہ نے صرف کانگرس ہندو جماعت کا ساتھ دیا کیا ہم دونوں فرقوں کے درمیان کُشت و خون کرا کر بھارت کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ جو قیام پاکستان کا سراسر مخالف تھا۔ اور اب بھی اس کو تسلیم نہیں کرتا۔

سب پاکستانی ایک قوم ہیں۔ دونوں کی کوششوں سے اسلامی مملکت وجود میں آئی۔ ہم انسانی حقوق کو پائمال نہ کریں۔ نہ ہی اور انسانی آزادیوں کو سلب کریں تمام فرق اسلامی باہم متحد ہیں اور امام عالیمقام کی سیرت سے سبق حاصل کریں۔ ان کے نزدیک خون۔ غلام حبشی اور حبیب ابن مظاہرہ کے حقوق انسانی ہیں برابر تھے۔ حُر ابن یزید ریاحی کو اسی درس حسینی سے انسانیت کا معراج حاصل ہوا۔ اور درجہ شہادت پہ فائز ہوئے۔

افسوس مسلمانوں نے رسول کی اُس مواخات کو بھلا دیا۔ جو آنحضرت نے مدینہ پہنچ کر بعد ہجرت انصار و مہاجرین میں قائم کی تھی۔ کیا مسلمان آج اُس اخوت کا مظاہر کسی بیرونی طاقت کے خوف یا لالچ سے نہیں کرنا چاہتے؟

شہادت حسین علیہ السلام کی مجالس و مواعظ کا اصلی مقصد رونا رولانا قطعی نہیں ہے۔ بلکہ اسکو ثانوی حیثیت حاصل ہے۔ مگر آپ کی سیرت کردار و عمل جذبہ حق پرستی۔ انتہائی ظلم کی حالت میں صبر و استقلال۔ باطل سے حق کا مرعوب نہ ہونا۔ صبر و رضا الٰہی پہ شاکر ہونا۔ اسلامی شعار کو ترقی دینا ہے۔

ظالم کو سطوت شان شکوت حشمت و دولت اور دنیاوی اقبالمندی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اعلاء کلمۃ الحق کرنا اور پھر ضرورت پڑنے پر اپنی جان مال اور ناموس کی قربانی دینا نہ صرف انسانی قدروں کے لیئے تھی۔ بلکہ اسلامی قدروں۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکواۃ۔ جہاد۔ توحید نبوت کے لیئے بھی تھی۔ ذکرین انسانیت کی مکمل کتاب اور رونا رولانا مذہبی طور پہ کار ثواب ہے۔

ان تمام واقعات سے ہمیں درس انسانیت ملتا ہے۔ معرفت حسین علیہ السلام سے معرفت خدا ملتی ہے۔ کیونکہ بقول خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے

شاہ است حسینؑ، بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ، دین پناہ است حسینؑ
سر داد، نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

حسینؑ صرف دین ہی نہیں، بلکہ حسینؑ دین کی پناہ بھی ہیں۔ دین ہونا کے معنی مکمل انسانیت کے ہیں۔ اور دین پناہ ہونا انسانیت کی قدروں کو بچانے والا۔ یہ وہ اشعار ہیں، جو محض جذبہ عقیدت مذہبی سے نہیں بلکہ جذبہ انسانیت کے ترجمان ہیں اور اس رباعی نے میرے اس کتابچہ کا مقصد تحریر پورے طور پر واضح کر دیا ہے دریا کوزے میں بند ہے۔

باب چہارم

اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلامی ہیں امام حسین علیہ السلام سے صرف چند احادیث پائی جاتی ہیں، غالباً ۵ یا ۷ احادیث۔ باقی ہزاروں احادیث اُن لوگوں سے مروی ہیں۔ جو نہ ہی رسول اللہ کے اہل بیت تھے اور نہ ہی صحابی بلکہ راویان نے اپنی احادیث کا سعودی منتہیٰ کسی معتبر صحابی کے سر تھوپنا اسلامیان عالم کو حیرت و استعجاب ہے کہ سیرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور اُن کے قول وفعل اور سُنّت کو بذریعہ و بتوسط اہلبیتؑ کوئی مواد نہ مل سکا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن اور اہلبیت کی اطاعت فرض فرمائی تھی۔ کیونکہ حدیث انی تارکٌ فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اہلبیتی ان تمسکتم بھما لن تضلّوا بعدی۔ یہ حدیث متفقاً علیہ حدیث ہے۔ اور یہی احساس امام حسین علیہ السلام کو تھا کہ قرآن کا اور اہلبیت رسول کا باہم تعلق بلا فاصلہ ہے۔ یا بلا فصل ہے۔ لہٰذا اگر قرآن کریم کی تعلیمات کو اہلبیت اپنی موجودگی میں بدلتے پر یزید کی بیعت کر کے اس پر رضامندی کی مہر ثبت کر دیں گے۔ تو اسلامی اصولوں پر ضرب کاری لگے گی۔ اور یہ جرأت اور ہمت صرف فرد اہلبیت امام عالیمقام کو حاصل تھی۔ کہ آپ نے بیعت یزید سے بار بار انکار کر کے ٹھکرا دیا۔ امام عالیمقام اس کے عواقب اور نتائج سے پوری طرح واقف تھے۔

مگر امام عالیمقام نے سمجھ لیا تھا

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز — چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

اور یہ منصب صرف امام عالیمقام کا تھا۔ کیوں کہ یزید کے دبدبہ اور سطوت کی وجہ سے کوئی صحابی موت کے منہ میں جانا گوارا نہ کر سکا۔ اور صرف اہلبیت علیہم السلام کو معرکۂ کربلا میں میدان مباہلہ کی طرح آنا پڑا۔ اور یہی جرأت اہلبیت کی عظمت وقار کی نشانی ہے کہ جس کی وجہ سے وہ خدا اور اُس کے رسول کے سامنے قابل مدح وستائش ہوئے۔ اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

بھلا اہلبیت کے مقام ارفع کو کوئی پہنچ سکتا ہے۔ میرے مطالعہ کے اندر صرف

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَبُوْهُمَا اَفْضَلُ مِنْهُمَا۔

امام حسن اور حسین جنت کے سردار ہیں۔ اور ان کا باپ ان دونوں سے افضل ہے۔ ان تمام فضائل کے ہوتے ہوئے ہم اس امر پر یقین رکھنے پر مجبور ہیں کہ نہ قرآن نے اہلبیت کا ساتھ چھوڑا اور نہ اہلبیت نے قرآن کا۔ اگرچہ یزید کے ڈر اور خوف سے لوگوں نے اہل مدینہ نے اہل مکّہ نے اہل کوفہ نے حسین علیہ السلام کا ساتھ چھوڑ دیا۔ بلکہ امام حسین کو اس فرض کی ادائیگی اور تکمیل سے جان بچانے کے مشورے دیئے۔ مگر امام حسین علیہ السلام کے سامنے ایک مقصد عظیم تھا کہ وہ وقت کی نزاکت رسول کے نواسے کی آنکھوں نے بھانپ لی تھی۔ اہلبیت نے مدینہ سے مکہ اور مکّہ سے کوفہ کا اتنا لمبا راستہ کیوں طے کیا۔ کیا امام حسینؑ یزید سے مخوف ہو گئے تھے؟ ہرگز نہیں یہ رسول اللہ کی ہجرت کی یاد تازہ کرنی تھی۔ کیا امام حسین علیہ السلام کا ارادہ جنگ کرنے کا تھا؟ نہیں ہرگز نہیں؟ مدینہ میں ان کو جانثار مل سکتے تھے۔ مگر کرایہ کے ٹٹو جن کی زبانیں یزید کے دبدبہ سے خشک ہو چکی تھیں۔ اور حلق میں پھنسی تھیں۔ منہ گنگ ہو گئے تھے۔

وہ کیا حسینؓ کا ساتھ دیتے۔ مدینہ کا احترام ۔مکہ میں واقعہ خانہ کعبہ کا احترام۔ کیا حسینؓ جنگ ٹالنا چاہتے تھے؟ اس کا جواب ہاں بھی ہے اور نہیں بھی۔ ہاں اس لئے کہ اسلام صلح کل مذہب ہے۔ اور بین المسلمین قتال اچھا نہیں۔ نہ اس لئے کہ امام حسینؑ یزید کے اقدام سے اپنے لئے ضروری سمجھتے تھے کہ اگر جنگ نہ کی گئی اور اسلام کو بچانے کے لئے شہیدوں کا خون نذر خدا اور رسول نہ کیا گیا تو اسلام کے انسانیت کے اصول کو بچانا قیامت تک مشکل ہو جائے گا۔ امامؑ کی انگلیاں نبض اسلام پر تھیں کہ اصل مدینہ اور مکہ کی نبضیں بالکل ہلکی پڑ چکی تھیں۔

مولانا ظفر علی خاں نے درست فرمایا ہے۔

اے خاکِ کربلا تو اِس احسان کو نہ بھول
تڑپی ہے تجھ پہ لاشۂ جگر گوشۂ بتول
اسلام کے لہو سے تیری پیاس بجھ گئی
سیراب کر گیا تجھے خونِ رگِ رسول

امام عالیمقام نے خاک کربلا نہیں بلکہ رگِ اسلام میں صرف اپنا ہی نہیں بلکہ تمام خاندان اور رگ رسول کا خون داخل کر دیا۔

اہل بیت کی اِس قربانی کو نہ اصحاب رضوان اللہ علیہم فراموش کر سکتے ہیں اور نہ ہی کائناتِ عالم کی پوری انسانیت۔

مال و دولت سے اسلام کی خدمت کرنا اور ہے اور اسلام کی خون سے مدد کرنا اور ہے۔ اس معاملہ میں اہلبیت کو جو استحقاق حاصل ہے، وہ قرآن میں شہدا کی زندگی اور رزق پانے کی سندات نازل ہوئی ہیں، ہم تمہیں آزمائیں گے خوف اور بھوک پیاس سے اور ثمرات میں نقص سے اور اموال میں نقص سے اور یہی وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے لئے ہیں۔ اور اُسی کی طرف

لوٹ جائیں گے۔ اور ان لوگوں پر اللہ کی صلوٰۃ اور رحمت ہے۔

کیا اہلبیت کو معرکہ کربلا میں ان تمام ابتلاء سے نہیں گزرنا پڑا۔ کیا کسی کو انکار ہے یا انکار ہو سکتا ہے؟ اہلبیت کا عمل قرآن کی آیات کے بالکل مطابق ہے۔ جدا نہیں۔ کوئی فصل نہیں بلا فصل ہے۔ یطعمون الطعام علیٰ حبہٖ مسکیناً و یتیماً و اسیرا۔ ان کے روزوں کی وجہ سے نازل ہوئی۔ پوری سورہ دھر اہل بیت کی شان میں ہے۔

اِن کے علاوہ اہلبیت رسول کا قرآن سے اتصال نہ بعد رسول کسی نے بیان کیا۔ اور نہ کسی کتاب میں موجود ہے۔

سرِ امام عالیمقام کا بعدِ شہادت نوک نیزہ پہ قرآن پڑھنا۔ اَم حسبتَ اَنَّ اصحٰبَ الکہفِ والرّقیم کانوا من آیٰتنا عجباً ط اس امر کی دلیل ہے کہ قرآن اہلبیت سے کبھی جدا کیا جا سکا۔ اور نہ کبھی کیا جائے گا۔ اہلبیت رسول کا اپنا مقام ہے۔ رضی اللہ عنہم ورضوعنہ سے کیسے انکار ہو سکتا ہے۔

اس مختصر کتابچہ میں فضائل اہل بیت علیہم السلام کا احاطہ کرنا کم از کم میرے لئے ناممکن ہے۔

باب پنجم

معرکۂ کربلا کی سیاسی تصویر

مدعائش سلطنت بودے اگر
باچنیں ساماں نہ کردے سفر

(اقبال)

تمام متحارب فریق جب باہم جنگ کرنا چاہتے ہیں، تو وہ اپنے پاس پورا ساز سامان، جنگی خدمات سرانجام دینے کے لئے ماہرین فنون جنگ کو میدان میں لاتے ہیں۔ کثرت افواج ہوتی ہے۔ بھرتی عام کی جاتی ہے۔ سراغ رساں رکھے جاتے ہیں، جو فریق ثانی کی نقل و حرکت کا پورا پورا پتہ اور اطلاع دیتے ہیں۔ کڑیل جوان ہمرکاب رکھتے ہیں۔

مگر بین الاقوامی فوجی تیاریاں کرنے کے باوجود انسانیت سوز مظالم کرنے والے ہتھیار بھی لاتے ہیں۔

مگر معرکۂ کربلا میں امام عالیمقام کی فوج اور یزید کا موازنہ کرنے سے تاریخ اسلام بتاتی ہے کہ امامؑ کی فوج کا کوئی سپاہی ۱۴ سال کا تھا۔ کوئی ۱۲ سال اور کوئی چھ ماہ اور کوئی ۲۳ سال کا اور کوئی ۱۸ سال کا اور کوئی ۷۵/۷۰ برس کا بوڑھا جو سفید بھوؤں کو چھپا کر اپنی کمر کو کسے کے حکم امام کا منتظر ہے۔ کسی کے پاس تلوار ہے اور کوئی تنہا اور کوئی پیدل ہے اور کوئی سوار۔

مائیں اپنے بچوں کے کٹے ہوئے سر دوبارہ خود میدان میں پھینک دیتی ہیں۔ نئی نویلی دلہنوں کے سہاگ لٹ گئے، بچے یتیم ہو گئے۔ عورتیں رانڈیں کر دی گئیں، اور صرف اسی پر بس نہ کی گئی، بلکہ انسانیت سوز مظالم کا آغاز خیمہ ہائے اہلبیت کے جلانے سے کیا گیا۔

کیا یہ مظالم انسانیت کے منہ پر طمانچہ نہ تھے۔

ظالموں نے جتنی انتہا کی حسین علیہ السلام نے اور ان کے انصار نے صبر و شکر رضا و تسلیم کے تمام منازل طے کئے۔ اور انسانیت کو معراج کمال تک دیا۔

یزیدیت نے انسانیت کی تمام قدروں پر کاری ضربات لگائیں۔ مگر امام عالیمقام اور ان کے انصار نے اپنی شہ رگ کے خون سے اسلام کی شہ رگ پر زندگی کا پھاہا رکھ دیا۔ یزیدیت کے ظلم کی دھڑکنیں کمزور پڑ گئیں۔ مگر اسلام اور انسانیت کی نبضیں پھر سے معتدل ہو گئیں۔ اور تا قیام قیامت برقرار رہیں گی۔

یہ ظلم کرنے کے باوجود یزید نہ شرمایا اور اس نے مخدرات عصمت کو کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام بے پالان شتران پر سوار کر کے دربدر پھرایا، اور منجنیق سے خانہ کعبہ کی جو بے حرمتی کی اور اصحاب رسول کی جو تحقیر کی اُن میں سے ایک کو حرم کعبہ میں سولی پر لٹکایا۔

یہ وہ واقعات ہیں کہ مورخین نے ان مظالم کو ضبط تحریر میں لا کر یزید کی انسان دشمنی سے نقاب اٹھا دیا، اور اُس کے اسلامی خول کو اُتار دیا۔

موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید ⁂ ایں دو قوت اس حیات آمد پدید

باب ششم

معرکۂ کربلا کا پس منظر

واقعات کربلا کا پس منظر یہ ہے کہ امیر معاویہ ۲۰ سال تک زمانہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں لگاتار گورنری کے عہدہ پر فائز رہا۔ اور پھر زمانہ خلافت حضرت عثمان میں بھی شام پر مسلط رہا۔ مگر حضرت امیر المومنین علی المرتضےٰ نے اس کو فوراً معزول کر دیا۔ اہل دمشق اور ملک شام میں اس کی ۲۵ سالہ زندگیِ امارت میں ایک نسل کو اُسے رسول اللہ قریبی اور دیگر خلفا کے نمائندہ کی حیثیت سے قبول کر رکھا تھا۔ حتیٰ کہ حضرت اہلبیت علیؑ و فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ کوئی اجنبی شئی (نسل کو اہل بیتؑ کی اہمیت کا علم اور معرفت حاصل نہ تھی اور نہ ہونے دی گئی۔ جس کی وجہ سے اہل شام اپنے موجودہ خلیفہ کی معزولی اور اپنے ربّ النعمت کو ہٹایا جانا فطری طور پر غلط سمجھ رہے تھے۔ اور اس کی سلطنت کے بچاؤ اور جناب امیر المومنین سے اتنی جنگیں برپا کرنا۔ اس امر کی واضح دلیل ہے۔ کہ وہ آمریت کے غلام بن چکے تھے۔ اور جمہوریتِ اسلامی ان کے کانوں میں بھی نہ پڑی تھی۔ یزید کے لئے اس کے باپ نے جو راہ ہموار کی۔ وہ کافی عرصہ اپنی بنیادیں مضبوط کر چکا تھا۔ یہاں مدینے اور مکہ میں جو خلافتیں حضرت عثمانؓ کے زمانہ تک رہیں تعرض نہ کرنا اسلامی جمہوری اصولوں کے بالکل خلاف تھا۔ حالانکہ امیر معاویہ کاتب وحی بھی رہا۔ مگر اسلام میں اس نے آمریت کی داغ بیل محبت پدرانہ یا کسی اور مقصد کے لئے یزید کے

حق میں کئے۔ اور امام حسین علیہ السلام کی دستبرداری کی شرط کو توڑ کر والذین ینقضون عہد اللہ من بعد میثاقہ۔ قرآنی احکامات کی خلاف ورزی کو معمولی اور ہلکا سا جرم بلکہ اس کو حلال کر دیا۔ اور یہ امر جانتے ہوئے اسلامی خلافت بادشاہت نہیں ہوتی۔ اصحاب کرام پر یزید کی بیعت زبردستی ٹھونسنے کا راستہ کھول دیا۔ جو نہ خود دین اسلام کا پابند تھا اور نہ محرمات ابدیہ سے پرہیز کرنے والا حرام کو حلال کرنا بندروں سے کھیلنا۔ نماز کو کھیل تماشہ جاننا۔ اس کو کیونکر خلافت اسلامیہ کا مستحق قرار دیا جا سکتا ہے۔ مگر ایسے واقعات عہد امیر شام معاویہ بن ابوسفیان سے اس طرح دقوعہ میں آئے کہ عالم اسلام بڑی ہیبت ناک جنگوں کا شکار ہوا۔ جنگ جمل، جنگ صفین۔ جن میں لاکھوں مسلمان ان کے بھینٹ چڑھ گئے۔ زیادہ شہید قرار پائیں گے۔ خلیفہ راشدہ چہارم کے خلاف جن لوگوں نے تلوار اٹھائی۔ ان کے بارے کافی لکھا جا چکا ہے۔ جو تاریخ میں موجود ہے۔

اس اصلیت پر پردہ ڈالنے کے لئے کہ عدنان اور امیہ جوڑواں بچے پیدا ہوئے اور ان کی پشتوں کو تلوار سے جدا کیا گیا۔ جیسا کہ مصنف کتاب "خاک کربلا" صاحبزادہ صاحب نے بیان کیا ہے۔ اور اسی لئے بنی ہاشم اور بنی امیہ کے درمیان عداوت چلی آ رہی تھی۔ بالکل من گھڑت کہانی ہے۔ قبولیت اسلام کے بعد اور مواخات محمدی کے قیام کے بعد "کنتم علی شفا حفرۃ من النار، فاصبحتم اخوانا" آیہ کے بعد ایمان کا تقاضا ہے کہ بعد میں منافقت کا اظہار نہ کیا جا سکے مگر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی سورہ منافقون اس امر کی دلیل ہے کہ ایک گروہ ایسا بھی تھا جو ظاہراً اسلام لا چکا تھا۔ مگر ان کا کردار بالکل غیر اسلامی تھا۔ جس کا اظہار معرکہ کربلا میں کیا گیا۔

منظرِ شہادت کی نشاندہی

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی کتاب سرالشہادتین میں ان الفاظ سے تذکرہ فرمایا ہے۔

"اخرج ابن السکن والبغوی فی الصحابۃ وابونعیم من طریق عن النس ابن الحارث قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ابنی (حسین) ھذا یقتل بارض یقال لھا کربلا فمن ذالک منکم فلینصرہ" میرا یہ بیٹا (حسین) اُس سرزمین پہ قتل کیا جائے گا۔ جس کو کربلا کہتے ہیں۔ پس جو موجود ہو تم میں سے اس کی مدد کرے"! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ نے اس منظر کربلا کی پیشین گوئی فرمادی تھی۔ اور حکم دیا تھا کہ جو موجود ہو تم میں سے وہ نصرت حسین کرے۔ اس کے آگے حضرت بی بی عائشہ سے مروی ہے کہ "ان عبداللہ ابن عمر قدم المدینۃ فاخبران الحسین قد توجہ الی العراق فلحقہ فی سیرۃ لیلتین من الزبذۃ فقال لہ ان اللہ تعالے خیر نبیہ بین الدنیا والآخرۃ فاختار الآخرۃ ولم حیر الدنیا"

عبداللہ بن عمر مدینہ آئے تو خبر پائی کہ حضرت حسین علیہ السلام عراق کی طرف جاتے ہیں۔

عبداللہ بن عمر امام علیہ السلام سے اُس مقام میں جاملے۔ جہاں سے زبیدہ دو منزل تھا۔ پھر حضرت حسین علیہ السلام سے عبداللہ بن عمر نے کہا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے پیغمبر کو دنیا و آخرت کے بارے میں اختیار دیا تھا۔ پس رسول اللہ نے آخرت کو اختیار دیا تھا۔ پس رسول اللہ نے آخرت کو اختیار اور دنیا کو نہ چاہا۔ آپ تو آنحضرت کے حصہ ہیں۔ واللہ تم میں سے کسی کو دنیا نہ ملے گی۔۔۔۔۔ آپ پلٹ

جائیں"۔ سو امام نے پلٹ جانے کا ارادہ نہ کیا۔ تب عبداللہ ابن عمر امام حسین علیہ السلام سے گلے لگ کر ملے اور کہا اے شہید ہونے والے میں آپ کو اللہ تعالےٰ کے سپرد کرتا ہوں"۔

امام عالیمقام کی نصرت کی سعادت اصحاب رسول میں سے حبیب ابن مظاہر کو نصیب ہوئی۔ بقول رسالتمآب" فمن شہد ذٰلک منکم فلینصرہ"

"یزید کی صحت خلافت حضرت عبداللہ بن عمر کی زبانی

مگر حضرت عبداللہ بن عمر کے بارے میں صحیح بخاری میں موجود ہے کہ "انہوں نے اپنے بال بچوں کو اکٹھا کر کے جبکہ اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی تو کہا کہ اے اہل مدینہ رسول نے فرمایا کہ ہر عہد شکن کے واسطے قیامت کے دن جھنڈا ہو گا۔ جس سے اس کی رسوائی ہوگی۔ اور بیشک ہم نے اس شخص (یعنی یزید) کی بیعت خدا اور رسول کی بیعت پر کی تھی۔ اور اس سے بڑھ کر غدر اور بے وفائی کیا ہوگی کہ ایک شخص سے خدا اور رسول کے مطابق بیعت کی جائے اور پھر اُس سے جنگ کی جائے۔

دوسرا کردار یزید کے ڈر کے مارے عبداللہ بن عمر کا یزید کی حمایت کرنا"

اس بارے میں امام عالیمقام کے بجائے یزید کو ترجیح دینا اور پھر یہ کہنا کہ لوگ عبداللہ ابن عمر سے اس مجرم کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں۔ جس نے حرم میں مکھی کو مار دیا ہو۔ حالانکہ انہوں نے نواسہ رسول کو قتل کر دیا۔ جن کو آنحضرت نے اپنی آرائش فرمایا تھا۔ یہ کیا مضحکہ خیز فتویٰ ہے۔"

وَالحق ان رضا یزید بقتل الحسین واستشارہ بذالک واھانت اھل بیت النبیؐ مما تواتر معناہ وان کان تفاصیلہ

احمد" شرح عقائد نسفیہ ص۱۱۷

"ترجمہ: حق یہ ہے کہ یزید کا امام حسین کے قتل پہ راضی ہونا اور خوشی ہونا اہلبیت نبی کی اہانت کرنا تواتر معنوی سے ہے۔ اگرچہ اس واسطے کی تفصیل خبر احاد سے معلوم ہوتی ہے۔"

"خطبہ امام حسینؑ بن یزید الریاحی کو اور یزید کا کردار امام کے نزدیک"

یہ وہ خطبہ ہے جو آپ نے مقام بیضہ پر حرؓ اور اس کے ہمراہیوں کے سامنے پڑھا۔

ایھا الناس ان رسول اللہ قال من رای سلطانا جابراً مستحلا لحرام اللہ ناکثاً لعھد اللہ مخالفاً لسنۃ رسول اللہ یعمل فی عباد اللہ بالاثم والعدوان فلم یغیر ما علیہ بفعل ولا قول کان حقاً علی اللہ ان یدخلہ مدخلہ الا وان ھولاء قد لزموا طاعۃ الشیطان و ترکوا طاعۃ الرحمن واظہروا الفساد وعطلوا الحدود واستاثروا بالفئ واحلوا حرام اللہ وحرموا حلالہ وانا احق من غیری"

ابن الاثیر جلد ۴ ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۲۶ طبری جلد ۶ ص ۲۲۹

ترجمہ: اے لوگو رسول اللہ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی ظالم بادشاہ کو دیکھا کہ وہ اللہ کے حرام کو حلال کرتا ہے، اور اللہ کے عہد کو توڑتا ہے۔ اور سنت رسول کی مخالفت کرتا ہے۔ خلق اللہ میں ظلم و گناہ کے کام کرتا ہے۔ اور اس شخص نے کسی قسم کی قولی یا فعلی دست اندازی نہ کی تو اللہ تعالےٰ انہیں اس کے ساتھ شمار کریگا۔

آگاہ ہوجاؤ کہ ان لوگوں (یزید عاملان یزید و تابعین یزید) نے خدا کی اطاعت چھوڑ کر شیطان کی اطاعت کرلی ہے۔ فتنہ و فساد برپا کردیا ہے۔ حدود شرعی سے دست کش ہوگئے۔ مال فئے کو اپنا مال سمجھ لیا۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کردیا ہے۔ اور میں اس کے امور میں دست اندازی کرنے کا سب سے زیادہ مستحق ہوں۔ اور ان پر غیر سے زیادہ خلافت کا حقدار ہوں"

با ایں ہمہ اس تاریخی حقیقت سے کوئی کور باطن ہی انکار کرے گا کہ یزید ہی نے امام حسین علیہ السلام کا سر کاٹنے کا حکم دیا تھا۔ دیکھئے ناسخ التواریخ جلد ششم ص۱۶۳ "امام حسین نے ولید سے انکار بیعت کیا۔ ولید نے یزید کو اطلاع دی۔ اس پر پھر یزید نے لکھا کہ حسین کا سر کاٹ کر بھیج دے" اور ایسا ہی کیا گیا۔ مزید برآں خود یزید کے بیٹے معاویہ نے اپنے باپ یزید کے بارے میں جو منظر کھینچا ہے۔ اس سے پس منظر اور منظر دونوں سامنے آجاتے ہیں۔ وَھُوَ ھٰذا ان معاویۃ ابن یزید لمّا ولّی صعد المنبر فقال انّ ھذہ الخلافۃ حبل اللہ و انّ جدّی معاویۃ نازع الامر ومن اھلہ ھو احقّ منہ علی ابن ابیطالب و رکب ما تعلمون حتّی اتتہ منیتہ فصار فی قبرہ رھینا بذنوبہ ثمّ قلد ابی الامر وکان غیر اھل لہ ونازع ابن بنت رسول اللہ فقصف عمرہ و انبتر عقبہ وصار فی قبرہ رھینا بذنوبہ ثم بکٰی وقال ان من اعظم الامور علینا علمنا مصرعہ وبئس منقلبہ و قد قتل عترۃ رسول اللہ واباح الخمر وخرب الکعبۃ ولم اذق حلاوۃ الخلافۃ فلا اتقلد مرارتھا فشأنکم امرکم واللہ لئن کانت الدنیا خیراً نلنا منھا

حَظًّا وَلَئِنْ کَانَتْ شَرًّا فَکَفٰی ذُرِّیَّۃَ اٰلِ سُفْیَانَ کَامِلًا منھا (صواعق محرقہ مصر ۱۳۴ - حیوالحیوان مصر جلد اول ۶۷)

ترجمہ:۔ معاویہ بن یزید بن معاویہ تخت نشینی کے وقت منبر پر گیا اور کہا کہ خلافت حبل اللہ ہے اور میرے دادا نے اس خلافت میں اُس شخص یعنی حضرت علی ابن ابی طالب سے جھگڑا کیا۔ جو کہ اس کے لئے سب سے زیادہ مستحق تھے۔ اور اُن امور کا مرتکب ہوا جو تمہیں معلوم ہے۔ پس وہ مرا تو وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں سے رہین گے۔ پس اس کے بعد میرے باپ یزید نے یہ امر خلافت اختیار کیا اور وہ بھی اس کے لئے کسی طرح بھی ہرگز اہل نہ تھا۔ اور اس (یزید) نے بنت رسول اللہ وسلم کے فرزند (امام حسین) کے ساتھ جھگڑا کیا۔ آخر اس کی عمر ختم ہو گئی اور اس کی نسل قطع ہونے کا سامان ہو گیا۔ اور وہ بھی اپنی قبر میں اپنے گناہوں سے رہین ہو گیا۔ پھر یزید کا بیٹا معاویہ رونے لگا اور کہنے لگا کہ اب اس سے بڑا امر ہم پر کیا ہوگا۔ ہم کو اس کی سخت پاداش اور بری سزا کا علم ہے۔ کیونکہ اس نے عترت رسول اللہ کو قتل کیا۔ شراب کو مباح اور خانہ خدا کو خراب کیا۔ اور اس خلافت کا کوئی مزا نہ اُٹھایا۔ پس میں اس میں سے کوئی حصہ نہ لوں گا۔ اور اس کی تلخی ہرگز نہ چکھوں گا۔ اب تم جانو اور تمہارا کام جانے قسم خدا کی اگر دنیا سراپا خیر ہے۔ تو ہم اس میں کافی حصہ لے چکے ہیں۔ اور اگر دنیا سراسر شر ہے تو آلِ ابوسفیان کو جو کچھ اس میں سے مل چکا ہے وہی کافی ہے۔"

(صواعق محرقہ مطبوعہ مصر ۱۳۴ حیوۃ الحیوان مصر جلد اوّل ص۶۷)

آخر میں جناب عمر بن عبدالعزیز کا مثالی کردار بھی ملاحظہ فرمائیں اور عبرت پکڑیں قال نوفل ابی فرات کنت عند عمر بن عبد العزیز فقال رجل امیر المومنین یزید فقال عمر تقول امیر المومنین فامر بہ فضرب عشرین سوطا۔ ترجمہ:۔ نوفل ابی فرات کہتے ہیں کہ میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز

کے پاس ایک روز بیٹھا تھا۔ کچھ یزید کا ذکر آیا۔ اور ایک شخص نے یزید کا نام امیرالمومنین یزید بن معاویہ کہہ کر لیا۔ عمرؒ بن عبدالعزیز نے فرمایا تو اُسے امیرالمومنین کہتا ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے حکم دیا کہ اس جرم میں اسے بیس دُرّے لگائے جائیں تاریخ الخلفا سیوطی ترجمہ بیان الامراء از مولوی بشیر احمد انصاری مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ کراچی ص ۲۲۵

منظر کربلا کی چند مخصوص چیزیں جو علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں درج فرمائیں ہیں۔ وہ یہ ہیں تاکہ سب کو یاد رہیں۔

(۱) یزید بن معاویہ ابوخالد الاموی ۲۵ھ یا ۲۶ھ میں پیدا ہوا۔ نہایت موٹا آدمی تھا۔ اس کے بدن پہ بال تھے۔ اُس کی ماں کا نام میسون بنت بجدل تھا۔ اُس نے اپنے والد سے روایت کی .... اُس کو امیر معاویہ نے اپنی حیات میں ولی عہد بنایا۔ جس کی وجہ سے لوگ نہایت ناخوش تھے۔

(۲) اہل عراق کے لکھنے کے موافق حضرت امام حسینؑ ۸ ذی الحج کو معہ اہلبیت مرد و عورت و بچے عراق کی طرف چل پڑے۔ یزید نے اپنے عامل عبیداللہ بن زیاد کو آپ سے جنگ کرنے کا حکم دیا اور چار ہزار کا لشکر بسرکردگی عمر بن سعد بن ابی وقاص آپ کے مقابلے کو بھیجا۔ انہوں نے حضرت امام حسین کو شہید کر ڈالا اور آپ کا سر طشت میں رکھ کر ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ خدا قاتل حسینؑ ابن زیاد اور یزید پہ لعنت کرے!

(۳) یہ واقعہ بروز عاشورہ بمقام کربلا واقع ہوا۔ اس کا قصہ بہت طویل ہے۔ کوئی قلب اس کے سننے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون" آپ کے ساتھ آپ کے اہلبیت میں سے سولہ آدمی شہید ہوئے۔

(۴) آپ کی شہادت کے بعد دنیا سیاہ ہو گئی ۔ سات دن دیواروں پہ برابر دھوپ

کا رنگ زعفرانی معلوم ہوتا تھا۔ تارے ایک دوسرے پر ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے اُس روز سورج کو گھن لگا۔ آسمان کے کنارے چھ ماہ تک سرخ رہے۔ اور اُس کے بعد سرخی اب تک موجود ہے۔ حالانکہ قتل حسینؑ سے پہلے اس کا کبھی نام ونشان نہ تھا۔ آپ بروز عاشورہ شہید کیے گئے۔

کہتے ہیں کہ اُس روز بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا۔ اُس کے نیچے سے تازہ خون نکلتا تھا۔ اور جتنا مخالف لشکر میں تھا سب راکھ ہوگیا۔ اُن ظالموں نے لشکر میں اونٹ ذبح کیا تو اُس کا گوشت آگ کی طرح جلتا ہوا معلوم ہوا

باب ہشتم

انسانیت سوز مظالم اور انکا تجزیہ

یہ کیونکر ممکن ہو سکتا تھا کہ اُن مظالم کی تاریخ اس یزیدی پُر آشوب زمانے کو کوئی مورخ ضبطِ تحریر میں لاتا۔ اور وہ ہم تک متن و عن پہنچتی یا پہنچ سکتیں۔ اہل مدینہ مدینہ سے باہر نہ نکل سکتے تھے اور اہل مکہ مکہ سے۔ معرکۂ کربلا لق و دق صحرا میں وقوع پذیر ہوا۔ نہ وہاں کوئی غیر ملکی متبصر تھے اور نہ ہی اس زمانہ میں ریڈ کراس کی تحریک تھی۔ آمریت کا دور دورہ تھا کسی کو کیونکر جرأت ہو سکتی تھی کہ وہ صورت حالات صحیحہ سے انسانیت کو باخبر کرتا۔ مگر ظلم چھپائے نہ چھپ سکا اور کربلا والوں کی قبروں کے نشان تک محو کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ ہاں وہ شہزادیاں جو شام سے رہا ہو کر مدینہ رسول تشریف لائیں۔ انہوں نے باری باری واقعات شہادت کو اہلِ مدینہ میں بیان فرمایا۔

شیعہ علماء نے مجالس المومنین اور مہر المصائب بحر المصائب اور دیگر کتب مقاتل تحریر فرمائیں۔ اور ملا حسین کاشفی کی کتاب روضتہ الصفا اور تاریخ طبری میں واقعات شہادت محفوظ ہیں۔ علامہ شاہ عبد العزیز نے سر الشہادتین اس جذبہ کے ماتحت لکھی کہ لوگ شیعہ مجالس میں کثرت سے شریک ہونے لگے تھے۔ اور انہوں نے مقصد شہادت صرف امت کا بخشوانا تحریر فرمایا ہے۔ حالانکہ پہلا مقدمہ روز قیامت یہی پیش حضور خدا ہوگا۔ اور جناب فاطمۃ الزہرا میدان حشر میں اپنے مقتول اور شہید کا دعویٰ پیش کریں گی۔ اور عدل الہیٰ کا اُس دن امتحان ہوگا۔

بعض لوگوں نے یزید کی اور شیطان کی حمایت میں یہاں تک لکھنے کی جسارت بھی کی ہے

کہ شیطان اور یزید کی توبہ قبول ہو گی۔ حالانکہ قرآن پاک میں اس قسم کی باتوں کو اللہ تعالیٰ نے صاف اور واضح طور پر جھٹلایا ہے

اُن لوگوں کے لیے توبہ نہیں ہے۔ جنہوں نے جان بوجھ کر برائی کی" کیا شیطان اور یزید نے جہالت سے سجدہ نہ کیا اور امام عالیمقام کو قتل نہیں کیا۔ یزید کو معلوم نہ تھا کہ اس کے باپ نے یہ جانتے ہوئے کہ یزید کا کردار غیر اسلامی ہے۔ اس کے لئے بیعت لینے کے اقدام کئے۔ پھر یزید نے بالخصوص امام عالیمقام کا بیعت نہ کرنے کا حکم عبید اللہ بن زیاد کو تحریراً نہیں ارسال کیا۔ کیا یزید نہ سمجھتا تھا کہ حسینؑ نبی اکرمؐ خاتم المرسلین کے نواسے اور فاطمۃ الزہرا کے نورالعین علی مرتضٰے جو رسول کے ابن عم تھے، ان کے پسر تھے۔ من قتل مومناً متعمداً فجزاؤہ جہنم کی قرآنی آیت سے یزید باخبر نہ تھا؟ ایسی صورتیں یزید کی ظالمانہ حرکت پر ہرگز پردہ نہیں ڈال سکتیں کہ اُس نے اظہار پشیمانی کیا اور بقیہ اہلِ بیت کو آزاد کرایا۔ اور ہمیں تو کسی اسلامی کتاب میں یزید کا بعد قتل حسین توبہ کرنا تحریر شدہ نہ مل سکا۔ اندریں حالات لوگ ہزاروں کتابیں یزید کی حمایت میں تحریر کر دیں، مگر یہ محض قرآن کی مخالفت اور محکم آیات کی غلط تاویلیں کر کے اسلام میں رخنہ ڈالنا اور یزید کے عیوب جو واضح اور بیّن ہیں ان پر پردہ پوشی ہے۔

اس جنگ میں اُس زمانہ کے لحاظ سے یزیدی فوج نے ان مظالم کا ارتکاب کیا کہ ان مظالم سے کوئی فرد اہلبیتؑ اور انصارِ حسینؑ بچ نہ سکا۔

۱۔ تیروں کی بارش
۲۔ آہنی گرزوں کی مار
۳۔ خنجر کے وار
۴۔ تلواروں کے وار
(۴) گھوڑوں کے سموں سے
(۵) نیزوں اور بھالوں سے
(۶) کوڑوں سے۔

۵۔ بھالوں کے وار

یہی وہ مروجہ ہتھیار یزیدی فوج نے استعمال کئے۔

۶۔ مگر سب سے بڑا انسانیت سوز حربہ نہر علقمہ (فرات) کا پانی بند کرنا تھا حالانکہ بدر کے کنوؤں پر رسول اللہ اور ان کے مجاہدین نے اپنے دشمنوں پر ایسا ظلم روا نہ رکھا۔ یہی انسانی گراوٹ تھی جو بین الاقوامی طور پر یزید کے مظالم اور اس کے گورنر عبیداللہ ابن زیاد اور عمر سعد شمر ذی الجوشن کو انسانیت اور انصاف کے کٹہرے میں صحیح مجرم قرار دیتے ہیں۔

ہر شہید کی شہادت مختلف طریقہ سے عمل میں لائی گئی۔

۱۔ حضرت عباس قمر بنی ہاشم کے سر پہ آہنی گرز سے وار کیا گیا۔ اور مشک سکینہ کو تیر کا نشانہ بنایا گیا۔

۲۔ حضرت علی اکبر کو سینے میں برچھی مار کر شہید کیا گیا اور امام عالیمقام نے اس موقعہ پر اپنے ہاتھوں سے برچھی نکال کر انسانیت پر واضح کیا کہ امام کی حیثیت قلب عالم کی ہوتی ہے اور **لاخوفٌ علیھم ولاھم یحزنون**

۳۔ علی اصغر کو گود میں اٹھایا گیا تو حرملہ کے تیر سے ان کی گردن کو نشانہ بنایا گیا۔

۴۔ امام حسین علیہ السلام کے ماتھے پر تیر مارا گیا کہ حضور کا چہرہ اور ریش اقدس خون سے تربتر ہوگئی۔ پھر سجدہ خداوندی میں بحالت نماز عصر بالقفی گلا کاٹا گیا۔

۵۔ نہ صرف لاش حضرت قاسم پائمال کی گئی بلکہ تمام شہدا کی لاشیں پائمال کی گئیں۔

۶۔ جناب زینب کے شہزادے تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے۔

۷۔ جوان غلام حبشی کو تیروں و تلواروں سے شہید کیا گیا۔

۸۔ انصاران حسین حر بن یزید ریاحی بریر ہمدانی کو تلوار کے واروں سے شہید کیا گیا۔ حضرت مسلم بن عقیل کو قتل کے بعد دروازہ دارالامارت پر لٹکایا گیا۔

۹۔ امام عالیمقام ہر مقتول اور شہید کی لاشیں کلا بہترلاشیں تمام دن عصر تک خیمہ گاہ میں لاتے رہے اور اُن مظالم سے بڑھ کر یہ ظلم کوئی کم نہ تھا کہ تمام اہل بیت مخدرات عصمت کے خیموں کو آگ لگا کر اُن کے سامان کو لوٹا گیا۔ بچوں کے کرتوں کو زیورات سمجھ کر لوٹا گیا۔ امام حسینؑ کی انگشتری حاصل کرنے کے لئے انگلی کاٹ لی نعش برہنہ کی۔
اور اس ظلم پہ بالائے ظلم وہ انسانیت سوز ظلم کہ عورتوں کے نازک ہاتھوں کو رسیوں سے باندھ کر بے پالان کجاوں پہ اونٹوں پہ سوار کیا گیا۔ اور بیمار پسر نواسہ رسول جناب زین العابدین کو وزنی طوق اور بیڑیاں پہنائی گئیں۔ اور تمام قافلہ کوفہ اور شام کے بازاروں میں پھرایا گیا۔ اور اس قافلہ پہ کوفہ اور شام کے شہریوں نے پتھر برسائے' بیویوں کی چادریں اُتاری گئیں۔ اور اسلام اور انسانیت کی توہین کا سلسلہ یہاں تک جاری رہا کہ دربار یزید میں سرامام طشت طلا میں رکھ کر تخت یزید کے نیچے رکھا۔ اور دندانِ مبارک جو بوسہ گاہ نبوی تھی۔ ظلم کی چھڑی سے ضربات لگائی گئیں۔ شمر نے سرمبارک کو کبھی تو برے میں رکھا کبھی تنور میں اور کبھی درخت سے لٹکایا زید بن ارقم صحابی رسول جو اندھے تھے۔ مگر ان حرکات کو اپنے پسر سے سن کر دربار یزید میں سخت احتجاج کیا۔
کیا ایسا احتجاج مدینہ اور مکہ میں رہنے والے اصحاب رسول نہ کر سکتے تھے۔ اور کیوں نہ کیا؟ ایمان بڑھتا بھی ہے اور گھٹتا بھی ہے۔ وَزَادَتْهُمْ اِيمَانًا معلوم ہوتا ہے کہ یزید کے مظالم نے تمام نجوم کو غائب ہو جانے کا حکم دے رکھا تھا۔ اور وہ کلھم عدول" کی اُس موضوع حدیث پہ غلط ہونے کی مہر ثبت کر رہے تھے۔
اس معرکۂ کربلا کے مظالم کے تجزیہ سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ یزید نے انسانی قدروں کی ارتقاء روک دی تھی۔ اور ایمان اور اسلام اور انسانیت کا گلا دبا دیا تھا حتیٰ کہ اصحاب رسول بھی خاموشی اختیار کرنے پہ مجبور تھے۔

مگر حسینؑ نے حالت نماز میں بالفظی سر کٹا کر انسانیت اور اسلام کی اُس پابندی سے آزاد کروا دیا تھا کہ قیامت تک اذان۔ نماز۔ روزہ اور حج کی توقیر و عظمت برقرار رہے گی۔

کیا انسانیت کو اور اسلام کو حسینؑ جیسا کوئی اور ہیرو مل سکتا ہے؟ مجھے حیرت ہے کہ وہ ذات جو مجسمہ دین ہے اور دین کی پناہ گاہ ہے۔ اس کی عظمت کو مسلمانوں نے کئی صدیوں تک فراموش کر رکھا۔

علامہ ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی کتاب خلافت اور ملوکیت میں اس امر کو واضح کر دیا کہ ملوکیت آمرانہ نظام تھا جو مذہب کی آڑ میں خاندان اُمیہ اور عباسی عہد خلافت میں مسلمانوں پر تھونپا گیا تھا۔ انہوں نے بعض مقامات پر اس کتاب میں حضرت عثمان کے بارے میں رسول اللہ کی اپنے قرابت داروں سے   کا مقابلہ کر کے اس امر پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی کہ مروان بن حکم کا تقرر اُس جذبہ کے ماتحت تھا۔ مگر وہ یہ امر بالکل فراموش کر گئے کہ کہاں اہلبیت رسول کا کردار اور کہاں مروان کا کردار؟ حسینؑ رسول کے نواسہ تھے اور رسول سے بہت قریب تھا ہر قوم اور مذہب نے یزیدی کردار کو انسانیت سوز قرار دیا ہے۔ اور امام عالیمقام کو انسانیت میں بلند کردار قرار دیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آج حسین علیہ السلام اور اُن کے انصار کا ذکر شہادت و سیرت پاک کا بلا لحاظ سنّی و شیعہ ہر مسجد میں کیا جا رہا ہے۔ اور ہر مقرر، شاعر اور مورخ واقعہ نگار، صحافی، جرنلسٹ محرم کے دس دن بڑے عقیدت و احترام سے منا کر انسانی ہمدردی کا ثبوت دیتے ہیں۔ معرکہ کربلا کی بین الاقوامی حیثیت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے

آیئے تمام اہل اسلام مل کر امام عالیمقام کے حضور میں چلیں اور اُن کے

اُس احسان کا شکریہ ادا کرنے کے لیئے باہم صلح و آشتی کی فضا پیدا کریں، اور پاکستان کی سلامتی اور خوشحالی میں باہم شریک ہوں۔ اور باہم دنگا فساد برپا کر کے دشمنان پاکستان کے جھانسوں میں نہ جاویں جن کے ارادے پاکستان کو شیعہ سُنی فسادات کی آڑ میں ٹکڑے ٹکڑے کرنا مقصود ہے

باب نہم

صبر کسے کہتے ہیں اور ہم اُسے کیا سمجھ رہے ہیں

دنیا میں بہت سے اعمال کو ہم صحیح نہیں سمجھ سکے اور اس کی خود ساختہ تعریفیں DEFINATIONS کرتے ہیں، خواہ وہ اللہ تعالےٰ اور قرآنی اصطلاح میں کچھ اور ہی کیوں نہ ہوں۔ اس قسم کی غلط تاویلوں سے ایک تو بین المسلمین افتراقِ عقائد کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ جس افتراق سے مفسدین کو ذاتی انتفاع حاصل ہوتا ہے اور پارٹی بازی سے ایک دوسرے پرلے دے ہو کر فساد برپا کیا جاتا ہے۔ انہیں اصطلاحات میں سے صبر کی اصطلاح ہے۔ ہم نے اس کو کیا سمجھ رکھا ہے؟ اور تمام مسلمانوں نے اس کو کیا سے کیا بنا دیا ہے۔ دنیا میں خواہ جماد ہوں یا نبات ہوں، حیوان ہوں مختلف درجہ رکھتی ہیں۔ بعض مخلوق جسامت میں بڑی ہوتی ہے مگر اس میں قوت برداشت کم ہوتی ہے اور بعض درخت ہزاروں سال پُرانے ہوتے ہیں اور وہ گرمی سردی تمام موسم برداشت کرتے ہیں۔ اِسی طرح بعض انسان دیکھنے کو کمزور، نحیف، پستہ قد ہوتے ہیں مگر اُن میں قوت برداشت جسیم القویٰ انسانوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ اسی طرح انبیاءؑ علیہم السلام بہ نسبت امت کے قوت برداشت میں زیادہ، صبر میں زیادہ، استقلال میں زیادہ اور شجاعت میں زیادہ علم اور علم میں ممیز اور ممتاز ہوتے ہیں۔ بعض انبیاء، اولوالعزم کہلاتے ہیں اور بعض لم نجدلہ عزماً،

صبر کے معنی

کفّ و النفس عما لا ینبغیؔ۔ یعنی نفس سے وہ باتیں صادر نہ ہوں جو مناسب

نہیں۔ اور یہ غلط ہے کہ جیسا بعض یا اکثر لوگ کہتے ہیں کہ صبر کے یہ معنی ہیں کہ انسان مصائب میں چپ چاپ خاموش بیٹھا رہے۔ بعض آیات اس کی نفی کرتی ہیں۔

جب حضرت یوسف نے بن یامین کو اپنے پاس رکھ لیا، اور برادران یوسف نے حضرت یعقوب کو یہ حال بیان کیا۔ تو حضرت یعقوب نے فرمایا فصبر صبرٌ جمیل۔ میں نے صبر جمیل کیا، اور اُن کی پشت پر ہاتھ پھیرتے تھے یا آسفیٰ علیٰ یوسف، ہائے افسوس یوسف پر۔ یا حرف ندا ہے اور الف حرف ندبہ ہے۔ اور ندبہ آواز بلند رونے کو کہتے ہیں۔ اور فریاد کرنے کو کہتے ہیں۔ یہ عجیب ہے کہ بلند آواز سے رونے کو حضرت یعقوبؑ کا صبر جمیل فرمایا جاتا ہے۔

پس رونا منافی صبر نہیں اور اس کے خلاف ہے۔ اپنے حزن و ملال کو اپنے پروردگار کے سامنے عرض کرنا عین صبر ہے۔ بلکہ صبر جمیل ہے۔ وھو کظیم۔ حضرت یعقوب باوجود افسوس کرنے اور بلند آواز سے رونے کے ضبط کرنے والا کہے گئے بیٹے منع کرتے ہیں۔ قالوا تاللہ تفتئو تذکر یوسف حتیٰ تکون من الھالکین۔

قال قال انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ و اعلم من دون اللہ مالا تعلمون۔

اور حضرت یعقوب فرماتے ہیں کہ میں صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں۔ دونوں رُخ موجود ہیں۔

حضرت یعقوب کے بیٹے رونے کو بے صبری اور حضرت یعقوب رونے پر اصرار اور منافی صبر خیال نہیں کرتے بلکہ اُن کی تردید کرتے ہیں کہ اللہ پاک کی جانب سے وہ اُن سے زیادہ علم رکھتے ہیں معلوم ہوا کہ رونے سے منع کرنے والے وہ علم نہیں رکھتے اور رونے والا اُن سے زیادہ علم رکھتا ہے اور وہ اس عین صبر کہتے ہیں۔ ان حقائق کی روشنی میں کم نظری اور کم فہمی کا اظہار ہے کہ رونے کو بے خبری کہا جا دے۔

۲، حضرت ایوب کا رونا مشہور ہے مگر قرآن میں اس کو صابر کہا گیا ہے۔ ہم ابنیاء کی

سلام

(از صوفی فضل الدین فدا الحکیم کرنی)

نبی کے دین کی عظمت بڑھائے جاتے ہیں
حسینؑ سجدے میں سر کو جھکائے جاتے ہیں

ہزار جبر و تشدد کی آندھیاں ہیں مگر
چراغ صبر و تحمل جلائے جاتے ہیں

خدا کے، خود کے، اصول حیات کے باغی
نبی کی آل پہ خنجر چلائے جاتے ہیں

یہ حسن شوق سر کربلا خدا والے
خدا کی راہ میں گھر کو لٹائے جاتے ہیں

یہ جا رہے ہیں جو نیزوں پہ سربلند شہید
عروج منزل قرآں دکھائے جاتے ہیں

ستم ہے اصغرؑ معصوم شہ کے ہاتھوں میں
زبان خشک لبوں پر پھرائے جاتے ہیں

چھڑک چھڑک کے لہو فاطمہ کے لخت جگر
بہار حسن پیمبر دکھائے جاتے ہیں

جنہیں رسول کے در سے ملا ہے جذب حسینؑ
حسینیت کا پھریرا اڑائے جاتے ہیں

ہمارے سینے میں رخشاں ہے زخم شبیری
اس آفتاب سے دل جگمگائے جاتے ہیں

یہ دور وہ ہے کہ اشکوں پہ بھی ہے پابندی
اس آفتاب سے دل جگمگائے جاتے ہیں

ناموسِ اسلام کا پاسبان

از فکرِ جناب فاضل مشہدی

٦١ ہجری کا نقشہ

ویراں ہے مدینہ و مکہ کی سرزمیں   مستِ الستِ ربکم الاعلیٰ نہیں کہیں
اسلام کی فضیلتیں دل سے نکل گئیں   یہ دین اب ہے دینِ محمدؐ نہیں
ہے بھوت حکمرانی کا سر پہ چڑھا ہوا
سب محو ہو گیا جو سبق تھا پڑھا ہوا

ہوتا ہے وعظ بر سرِ منبر نئی طرح   کرتا ہے شرحِ قولِ پیمبر نئی طرح
ہوتا ہے ذکرِ زلفِ معنبر نئی طرح   نکلے ہیں خلوتوں سے سمن بر نئی طرح
گلنار چہرہ ہاتھوں میں جامِ شراب ہے
اے منتخب تیرے لئے یومِ حساب ہے

کوفے کی وادیوں میں کوئی رہ نورد ہے   یہ رہ نورد ہے کہ کوئی حق کا مرد ہے
تابش سے اس کے چہرے کی خورشید زرد ہے   لیکن وہ اپنے آپ میں تصویرِ درد ہے
یہ سربراہِ دینِ رسالت پناہ ہے
اس کی گلی کا ادنیٰ گدا بادشاہ ہے

کرتا ہے مشکلوں کو جو آساں ہے وہی   جاں اس پہ جو فدا کرے انسان ہے وہی
جس کو ہے اس سے عشق مسلمان ہے وہی   روشن اگر ہے اس سے تو ایمان ہے وہی
جو اس سے عشق رکھتا ہے وہ سربلند ہے
اس کی ادا خدا و نبی کو پسند ہے

مشاطگی سے اِس کی ہے گیسوے دیں میں تاب
چہرے کی یہ ضیا ہے کہ شرمندہ آفتاب
قربان جان و دل مرے اے آسماں جناب
کر ہی لیا تھا حق نے ترا جب کہ انتخاب

دریائے خوں میں پھر یہ نہانے کی شرط کیا
اصغر کا خونِ پاک بہانے کی شرط کیا

سلام

نتیجۂ فکر فیض محمد گوہر جعفری بی اے

کربلا والوں کا سمجھا نہیں پیغام ابھی
ہے مسلمان کا جو ذوقِ نظر خام ابھی
آشنائے درِ شبیرؑ نہیں وہ انسان
جس نے سمجھے ہی نہیں معنی اسلام ابھی
کربلا میں جو ہوئی منحرف راہ حسینؑ
وہ مسلمان ہے شرمندہ و بدنام ابھی
آج تک درس بقا ذوقِ طلب دیتی ہے
دہر کو تشنگی اصغرِ گلفام ابھی
دہر میں پنجتن پاک کا کردار ہے وہ
دعوت فکر و نظر دے جو بہر گام ابھی
غم شبیرؑ مٹائے نہ مٹے گا ہرگز
کر چکے لوگ بہت کوشش ناکام ابھی
وہ حکومت کہ جو شبیرؑ سے ٹکرائی تھی
چشم تاریخ میں مورد الزام ابھی
مجلس و ماتم شبیرؑ کے باعث ہے یہ
فیض اسلام زمانے میں جو عام ابھی

ہم مئے حب علیؑ پیتے ہیں گوہر ہر روز
بادہ حق سے ہیں اغیار تہی جام ابھی

سلام

زیتیجہ فکر شاعر آلِ عمران سید ارشاد حسین جاوید نقوی البھاکری تلمیذ اختیار حسین اختر
چینوٹی ۱۰۔ فین روڈ لاہور

رہزن ہر ایک موڑ پہ رہبر بنے رہے — بے دیں خدا کے دیں کا مقدر بنے رہے
کتنی شدید بادِ مخالف چلی مگر — شبیرؑ اک ثبات کا پیکر بنے رہے
عاجز ہوئے نہ جبرِ زمانہ سے جو کبھی — وہ سینۂ غرور میں نشتر بنے رہے
جن کی فنا بقا کا مقدر جگا گئی — وہ زندگی کی تیغ کا جوہر بنے رہے
کیا آنکھ ہے جو اُن کو بھی پہچان نہ سکے — جو سحرِ معرفت کے شناور بنے رہے
فاتح بنے جو اُن کا کہیں ذکر تک نہیں — کچھ ہار کے بھی وقت کا محور بنے رہے
جن کو کہ دوپہر کی تمازت جلا گئی — وہ مثلِ آفتاب منور بنے رہے
ظالم علی کی ماں کا گلا کاٹتا رہا — اور لوگ تھے کہ دیکھ کر پتھر بنے رہے
پیاسوں کو ایک بوند بھی پانی نہ مل سکا — حالانکہ اس زمین پہ سمندر بنے رہے
ابھرے ستارے چرخ پہ لاکھوں نشاط کے — لیکن جو ڈوبے غم میں وہ اختر بنے رہے

جاوید کیا بتائیں زمانے کو آج ہم
اپنے ہی تھے جو غیر سے بدتر بنے رہے

روزِ عاشورہ

سلام

از فدائے اہلبیت سید فدا بخاری

نبی کی آل کو کر کے شہید آج کے دن
یزیدیوں نے منائی ہے عید آج کے دن

یہ ایک فیض ہے شبیرؑ کی شہادت کا — ملی خدا کی رضا سے سعید آج کے دن
حسینؑ کرب و بلا سے بھی سرخرو نکلے — ہوئی یزید کی مٹی پلید آج کے دن
سمجھ میں آگئی ذبحِ عظیم کی تفسیر — ہوئی جو آلِ محمدؐ شہید آج کے دن
حسینؑ آپ نے ٹھکرا کے بیعتِ فاسق — علیؑ کی شان بڑھائی مزید آج کے دن
بہ فیض حضرتِ شبیرؑ سب شہیدوں کو — ملی شہادتِ حق کی نوید آج کے دن
پڑھا حسینؑ نے قرآن نوکِ نیزہ پر — ہوا بلند کلامِ مجید آج کے دن
حسینؑ نے جو کئے تھے رسولِ اکرمؐ سے — وہ پورے ہو گئے وعدے وعید آج کے دن
حسینؑ آپ نے شمر و یزید کے سر پر — لگائی خوب ہی ضربِ شدید آج کے دن
گرے جو آگ میں بیدین نارِ دوزخ میں — لگایا نعرہ ھَل مِن مزید آج کے دن

جھکے نہ سر تیرا ہرگز یزید کے آگے
فداؔ ہوئی ہے یہ تاکیدِ اکید آج کے دن

○

مرثیہ

از جوش ملیح آبادی

تاریخ دے رہی ہے یہ آواز دمبدم — دشتِ ثبات و عزم ہے دشتِ بلا کا غم
صبرِ مسیح و جرأتِ سقراط کی قسم — اس راہ میں ہے صرف اک انسان کا قدم
جس کی رگوں میں آتشِ بدر و حنین ہے
جس سورما کا اسمِ گرامی حسین ہے

جو کاروانِ عزم کا رہبر تھا وہ حسین — خود اپنے خون کا جو شناور تھا وہ حسین
اک دینِ تازہ کا جو پیمبر تھا وہ حسین — جو کربلا میں داورِ محشر تھا وہ حسین
جس کی نظر پہ شیوۂ حق کا مدار تھا
جو روحِ انقلاب کا پروردگار تھا

جس کی جبیں پہ کج ہے خود اپنے لہو کا تاج — جو مرگ زندگی کا ہے اک طرفہ امتزاج
سر دے دیا مگر نہ دیا ظلم کو خراج — جس کے لہو نے رکھ لی تمام انبیاء کی لاج
سنتا نہ کوئی دہر میں صدق و صفا کی بات
اس مردِ سرفروش نے رکھ لی خدا کی بات

زار و نزار و خستہ و مجروح و ناتواں — تنہا کھڑا ہوا تھا جو لاکھوں کے درمیاں
گھیرے ہوئے تھے تیر و تبر ناوک و سناں — اور سو رہا تھا موت کے بستر پہ کارواں
آساں نہ تھا کہ حق کی رفاقت سے کام لے
گرنے لگیں اگر تو کوئی بڑھ کے تھام لے

ہاں وہ حسین خستہ و مجروح و ناتواں — ساکت کھڑا ہوا تھا جو لاشوں کے درمیاں
سنتا رہا سکون سے جو پیرِ نیم جاں — اکبر سے ماہ رو کی جوانی کی ہچکیاں
ہے ہے کہ آ رہی تھی صدا کائنات سے
پھر بھی قدم ہٹایا نہ راہِ ثبات سے

نوحہ حضرت علی اکبر علیہ السلام

(فکر استاد ضیاء جام نگری کراچی)

کربلا جیسی عالم کی تاریخ میں — دکھ بھری داستاں کوئی ہے ہی نہیں
دین پر مر مٹے اِن شہیدوں میں بھی — مثل اکبر جواں کوئی ہے ہی نہیں
ماہ رمضاں میں دادا نے دی تھی اذاں — صبح عاشور پوتے نے بھی دی اذاں
چاند لیلےٰ کا جس وقت رن کو چلا — حکم سرور سے مڑ مڑ کے دیکھا کیا
قلب سرور سے آتی تھی اُس دم صدا — مثل اکبر جواں کوئی ہے ہی نہیں
مانگا اکبر نے پانی تو شبیر نے — دے دی سوکھی زباں منہ میں فرزند کے
اُس نے واپس زباں کھینچ لی کہتے ہوئے — ایسی سوکھی زباں کوئی ہے ہی نہیں
اُن کو ہم شکل احمد تھے سب مانتے — پھر بھی برسائیں تیغیں یہ کہتے ہوئے
دیکھو سارے گھرانے میں شبیر کے — ایسا کڑیل جواں کوئی ہے ہی نہیں
پہنچے شبیر فرزند کی لاش پر — کھینچی سینہ سے برچھی تو نکلا جگر
مرگیا ایڑیوں کو رگڑ کر پسر — ایسا سخت امتحاں کوئی ہے ہی نہیں
آئی خیمہ میں لاشِ شبیہ نبیؐ — دل پہ لیلےٰؑ کے آفت کی برچھی لگی
پھر بھی سجدہ میں اللہ کے جھک گئی — ایک لیلیٰ سی ماں کوئی ہے ہی نہیں

نوحہ

(فکر جناب کبیر انور صاحب جعفری مدظلہ)

جب شام کی گلیوں میں بیمار نظر آیا
اُس جا پہ پتھر دل کا ایک مینہ سا اتر آیا

کونین کے سینے پر اک شورِ فغاں اٹھا
جب تختِ یزیدی پر شبیرؑ کا سر آیا

کوفہ کی راہوں نے پھر بیمار قدم چومے
زنجیر کے حلقوں میں جب جوشِ سفر آیا

شبیرؑ کی گردن سے اُچھلے جو لہو چھینٹے
ہر تیر کی چوٹی پر اک پھول نکھر آیا

حیدرؑ کے پسینے میں کیا جوشِ جوانی ہے
عباس کے لہجے میں ہر لفظ بپھر آیا

دل ڈوب گئے ڈر سے سینوں میں دھڑک چلی
مسلم کے یتیموں پر جب وقتِ سحر آیا

از چشمِ فلک انور بارانِ الم بارد
چوں حضرتِ عابد را در پیش سفر آیا

نوحہ

(نتیجہ فکر آلِ عمران سید اقبال حسین زیدی احسن عمرانی)

اسلام زندہ ہے غمِ سبطِ رسول سے
آواز آ رہی ہے دلِ ہر ملول سے

کیا اعتبار اُن کا جو مسلمان ہیں نام کے
حکمِ نبیؐ کو جو کریں تعبیر بھول سے

مہمان بلا کے دشتِ بلا میں حسینؑ کو
امت نبیؐ کی پھر گئی سبطِ رسول سے

جن کے بہار باغِ پیمبر میں تھی سدا
مرجھائے گئے ہیں دشت میں چہرے وہ پھول سے

ہمراہ لے کے فاطمہ زہرا کی بیٹیاں
نکلے ہیں گھر سے سبطِ پیغمبرؐ اصول سے

ہائے یہ انقلابِ زمانہ اسیرِ شام
ہے ہم کلام دیکھئے بنتِ رسول سے

انتخاب سلام اقبال بخصوص سبط الرسول

چوں خلافت رشتہ از قرآں گسیخت
حریت را زہر اندر کام ریخت

خاست آں سر جلوۂ خیر الامم
چوں سحاب قبلہ باراں قدم

بر زمین کربلا بارید و رفت
لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت،

تا قیامت قطع استبداد کرد
موج خون او چمن ایجاد کرد

بہر حق در خاک و خون غلطیدہ است
پس بنائے لا الہ گردیدہ است

مدعایش سلطنت بودے اگر
خود نکردے با چنیں ساماں سفر

دشمناں چوں ریگ صحرا لا تعد
دوستانِ او بہ یزداں ہم عدد

سر ابراہیم و اسمٰعیل بود
یعنی آں اجمال را تفصیل بود

عزم او چوں کوہساراں استوار
پائیدار و تند و سیر و کامگار

تیغ بہر عزت دیں است و بس
مقصد او حفظ آئین است و بس

خون او تفسیر ایں اسرار کرد
ملت خوابیدہ را بیدار کرد

تیغ لا چوں از میاں بیروں کشید
از رگ ارباب باطل خوں کشید

نقش الا اللہ بر صحرا نوشت
سطر عنوانِ نجات ما نوشت

رمز قرآں از حسین آموختیم
ز آتش او شعلہ ہا را سوختیم،

تار ما از زخمہ اش لرزاں ہنوز
تازہ از تکبیرا در ایمان ہنوز

اے صبا اے پیک دور افتادگاں
اشک ما بر خاکِ پاکِ او رساں

سلام

انتخاب از کلام حضرت مولٰنا محمد شفیع صاحب ناصر دامت برکاتہم مرشد اہلسنت
سرکار شریعت مدار مولانا الحاج احمد رضا خان قادری مدظلہ العالی

ناصر جہاں سے آج ہے رحلت حسینؑ کی / اب حشر تک حرام ہے فرقت حسینؑ کی
پڑھ کر لکھوں سلام شہادت حسینؑ کی / کرتی ہے دل کو ٹکڑے شہادت حسینؑ کی
دست حسینؑ میں ہے جو دست خدا کا زور / ظاہر ہے دو جہاں میں شجاعت حسینؑ کی
تھا عام خُلق ہر کس و ناکس سے آپ کا / خیر الورٰی سے ملتی تھی سیرت حسینؑ کی
رکھتے تھے رسول آپ کو دوش پاک پر / اس درجہ تھی حضور کو الفت حسینؑ کی
سفہا نے ٹالا اگرچہ جنگ کو لیکن ٹلے نہ وہ / سمجھے تھے فرض عین ہلاکت حسینؑ کی
سمجھایا اشقیا کو سبط نبی ہوں میں / مانی نہ پر کسی نے نصیحت حسینؑ کی
تیر ستم سے اصغر معصوم ہو ہلاک / پیاسی سہے وہ گود میں صورت حسینؑ کی
کہتے تھے شاہ لاشہ اکبر پہ رو کے یوں / پُر نور تھی تجھی سے بصارت حسینؑ کی
بھوکے پیاسے اکبر و اصغر ہوئے شہید / بے دولتوں نے لوٹ لی دولت حسینؑ کی
اکبر کا داغ اصغر و عباس کا قلق / کس طرح ہو تباہ نہ حالت حسینؑ کی
ناصر پڑھوں میں مقطع دل کش کر بزم میں / ہو شعلہ ریز آتش الفت حسین کی
لیجائے گی بہشت میں چاہت حسین کی / دکھلائے گی خدا کو محبت حسین کی

حسینؑ ابن علیؑ

از نشاط واسطی مدظلہ علی پور چٹھہ گوجرانوالہ

اے حسین ابنِ علی اے حریت کے تاجدار　　اے کہ تیرے دم سے قائم آدمیت کا وقار
تیرا فرمایا سند اقوام عالم کیلئے　　چھوڑ دے ذلت کی دنیا کر خودی کو آشکار
تیرا استقلال، تیرا عزم تیرا حوصلہ　　کر گیا سوئی ہوئی انسانیت کو ہوشیار
روند ڈالے تو نے شان و دبدبے طاغوت کے　　سطوتیں ہوتی ہیں آ کر تیرے قدموں پہ نثار
نام تیرا سن کے کانپ اٹھتی ہے روحِ ظلم و جور　　تو علمدار صداقت تو شجاعت کا پہاڑ
مسکرایا موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر　　زندگی کو دے گیا عنوان نو تیرا شعار
تیرے دم سے آج بھی باقی خدا کا نام ہے　　تیری جرأت نے بجھا ڈالے ہیں باطل کے شرار
نورِ چشم مصطفےٰ آرام جانِ فاطمہ　　بازوئے شبر علی مرتضےٰ کے گلعذار
جب کبھی آیا سفینہ دین کا گرداب میں　　بن گیا لنگر لگا یا ڈوبتے بیڑے کو پار
تو نشانِ راہ ہے گم کردہ منزل کیلئے　　آ رہے ہیں دل تری جانب کھنچے دیوانہ وار

روز محشر اے نشاط اپنا وسیلہ ہے یہی
مدح اہلبیتؑ ہو شیوہ ترا لیل و نہار

سلام

(از محسن علی زیدی بنارس حال ڈرگ کالونی کراچی)

علی کی مدح کرنے کیلئے تیار بیٹھے ہیں
نگاہوں میں خدائی کے لئے اسرار بیٹھے ہیں

نرالی مے نرالے ہم نرالا اپنا ساقی ہے
نرالے پن سے بدمستی میں بھی ہشیار بیٹھے ہیں

اشارہ سوئے محشر کرکے کہتے ہیں ملک باہم
وہ دیکھو روضۂ شبیر کے زوار بیٹھے ہیں

مصائب میں کمی کچھ نہ محسن یاد یہ رکھنا
یہاں رونے کو آکر احمد مختار بیٹھے ہیں

شب عاشور اصحاب حسینی کا یہ عالم ہے
کفن پہنے ہیں ہاتھوں میں لئے تلوار بیٹھے ہیں

جو لفظ زیرِ عبادت ہے ادا کرنا وہ سجدہ ہے
تہ محراب خنجر سید ابرار بیٹھے ہیں

جناب سیدہ لینے کو پرسہ آنے والی ہیں
بچھا ہے فرش ماتم شہ کے ماتم دار بیٹھے ہیں

بپا خیمہ میں محشر ہے علیؑ اکبر کی رخصت پہ
جگر ہاتھوں میں پکڑے سید ابرار بیٹھے ہیں

حسین ابن علی اس طرح بیٹھے ہیں مرکب پہ
ہوا معلوم سب کو حیدر کرار بیٹھے ہیں

زمینِ گرم میں دفنا چکے ہیں دل کے ٹکڑے کو
لحد پر سر جھکائے سید ابرار بیٹھے ہیں

پڑی ہیں بیڑیاں پاؤں میں طوق خار گردن میں
در زنداں پہ آکر عابد بیمار بیٹھے ہیں

عجب غربت کا عالم ہے حرم ہیں قید خانے میں
زمیں پر سر جھکائے بیکس و نادار بیٹھے ہیں

کیا رخصت سکینہ نے بیکایک قید خانہ میں
کوئی مونس نہیں اہل حرم لاچار بیٹھے ہیں

اٹھا تھا پردہ شب میں جنازہ جن کی وادی کا
وہ اہل عصمت و عزت سر بازار بیٹھے ہیں

فرشتو کچھ نہ پوچھو قبر سے محسن کی اب جاؤ
مدد کرنے کو دیکھو حیدر کرار بیٹھے ہیں

شبیر نے کل جہان اُتے احسان بڑے فرمائے نے

نہ بیعت کیتی اُس فاسق دی بھاویں سارے گلے کٹائے نے

ہن سارے جہان دے اندر رہیا ناں حسینؑ دا زندہ ہے

اُس نام یزید پلید کنوں خود مسلم بھی شرمائے نے

اک شام تو آندھی اُٹھی سی پر کوئی نہ اُسنوں روک سکا

سر دے کے حسین نے کربل وچ اسلام دے چانن لائے نے

صدقہ کربل دے پیاساں دا توکرم کریں ہیں یارب

سب عمر گزاری مدحت وچ اج نوحے آن سنائے نے

(مؤلف)

سجدۂ حسین علیہ السلام

سیماب اکبر آبادی

یوں راہِ فنا سے ابنِ حیدر اُٹھے
متقل سے قیامت سی اٹھا کر اُٹھے

کہتے ہیں کمالِ سرفروشی اس کو
جب سجدہ میں جھک گئے تو بے سر اُٹھے

تقلیدِ حسینؑ نفس کی قسمت آبادی
تائید حسین راسخ الایمانی

اس سے بھی بلند ایک منزل ہے
ادراک صحیح عظمت انسانی

توحید کی اک برق جہندہ ہیں حسینؑ
الحاد کے برباد کنندہ ہیں حسینؑ

ہے ظالم و مظلوم کے انجام میں فرق
مردہ ہے یزید اور زندہ ہیں حسینؑ

(عاشق حسین سیماب اکبر آبادی)

نوحہ

(مؤلف)

کربل دے اسیراں دا نہ کوئی سہارا ہے
ڈبدی ہوئی کشتی دا نہ کوئی کنارہ ہے

امت نے روا رکھے اوہ ظلم یتیماں تے
بے آسرا بچیاں دا نہ کوئی سہارا ہے

اے چرخِ کہن تیری رفتار نہیں بدلی
کربل میں تباہی کا اور ظلم کا دھارا ہے

سر سجدہ میں کس کا ہے چلتا ہے کہاں خنجر
تسنیم کے پانی سے ہر کس کا سنوارا ہے

رضوان بنا درزی پوشاک یہ کس کی تھی
یہ فاطمہ کا ہے بیٹا حیدر کا دلارا ہے

افسوس کہ امت نے مہمان بلا کر کے
اک زہر سے مارا ہے اک تیغ سے مارا ہے

کوفہ دے بازاراں وچ ہے آل نبی رلدی
کوٹھے تے تماشائی پتھراں دا وسارا ہے

قرآن دا پڑھنا ہے کوفہ دے بزاراں وچ
تطہیر دی چادر دا لینے دا اشارہ ہے

اے ماتمیو سب مل کر پرسہ دیں یتیموں کو   جن کا نہ کوئی وارث نہ کوئی سہارا ہے

سلام

میر قافیہ تربت

انتخاب از کلام مولٰنا محمد شفیع صاحب ناصرؔ مرشد حضرت الحاج احمد رضا خان قادری

قبلہ ہے عاشقوں کا جو صورت حسینؑ کی
زندہ دلوں کا کعبہ ہے تربت حسینؑ کی

فیضانِ معرفت کا چمن ہے ہرا بھرا
مخلوق جس کو کہتی ہے تربت حسینؑ کی

جس نور کا تجلّیٔ ذاتی ہے نام پاک
لاریب وہ تجلّی ہے تربت حسینؑ کی

ہے فرشیوں میں شور تو ہے عرشیوں میں غل
شہرت پذیر سب میں ہے تربت حسینؑ کی

مومن یہ کہہ رہے ہیں زیارت کے شوق سے
بن جائے پتلی آنکھ کی تربت حسینؑ کی

تربت کسی ولی کی ہو یا قطبؒ غوثؒ کی
ہے پیشوا تمام کی تربت حسینؑ کی

پُتلی علیؑ کی آنکھ کی ہے تربت حسینؑ
زہرا کے دل کا ٹکڑا ہے تربت حسینؑ کی

ماتم میں گرم خیز ہوں کیونکر نہ حسرتیں
مرقد حسینؑ کا ہے یہ تربت حسینؑ کی

سب اولیا کی آنکھ کا تارا اسے کہوں
کالبدر فی النجوم ہے تربت حسینؑ کی

ہوتا ہے ٹکڑے ٹکڑے جگر آہ کیا کروں
آتی ہے یاد جبکہ مصیبت حسینؑ کی

یا رب کرم سے تیرے تصدق حسینؑ کا
ناصرؔ کو ہو نصیب زیارت حسینؑ کا

(نویدِ شہادت صفحہ ۱۴)

نوحہ

چھوڑ مدینہ نانے دا شاہ گھراں کوں جندرے لائے نے
روضے پاک نبی دے اوتے آن کے نیر بہائے نے
سب اہل مدینہ دوڑ پیئے جا شاہ کو بھوں سمجھائے نے
پر رمز حقیقتی اُوجانڑے نہ پچھے قدم ہٹائے نے
ناویں ذوالحج ۔ حج عمرہ وچ تبدیل کیتا خود مولا نے
پھر شاہ نے حضرت مسلم کوں جاون دے حکم سنائے نے
دو محرم کوں شاہ وارد کربلا ہو گئے
نہر فرات دے کنڈے تے آ شاہ نے ڈیرے لائے نے
اس ریت تتی تے پھل زہرا کیویں ہن کملائے نے
باغ بتولؑ دا پانی باجوں ہر برگ شجر مرجھائے نے
وچ نرغے شام دی فوجاں دے چمن زہراؑ چھپیدا جاندا ہے
ظلم ستم دے بدل آئے کربل تے ہن چھائے نے
پھل زہرا دا ریگ گرم تے ایسا لالہ نالہ ہو گیا
خونِ رسول دی رگ نے کیا سوہنے پھل کھلائے نے
اصغر معصوم کو ہتھاں وچ چا شاہ میداں نوں لائے نے
پانی پلان دے بدلے حرملہ سہ پہلو تیر چلائے نے